Baitussalam.org | Baitussalam_org | Baitussalam_org | +9221-111-298-111

دینی اخلاقی اور معاشرتی اقدار کا علمبردار

ماہنامہ

# فہمِ دین

• جلد 08/• شمارہ 01/• ستمبر 2018

WWW.BAITUSSALAM.ORG

BAITUSSALAM

BAITUSSALAM

# لائف ٹائم ممبرشپ

# Lifetime Membership

خدمت کا یہ سلسلہ جاری رہے

ممبرشپ برائے روٹیاں

2000/-

ماہانہ

ممبرشپ برائے تعلیم

1000/-

ماہانہ

+92-21-111-298-111

www.baitussalam.org

info@baitussalam.org

/Baitussalam.org

/Baitussalam.org

Ground Floor 26-C, Sunset Commercial Street Number 2,
Khayaban-e-Jami, Phase IV, Defence Karachi, Pakistan

زیر سرپرستی

عبدالستار


**فہم و فکر**

| | | |
|---|---|---|
| نیا پاکستان | مدیر کے قلم سے | 04 |

**اصلاحی سلسلہ**

| | | |
|---|---|---|
| فہم قرآن | شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم | 05 |
| فہم حدیث | مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ | 06 |
| آئینہ زندگی | حضرت مولانا عبد الستار حفظہ اللہ | 08 |

**مضامین**

| | | |
|---|---|---|
| دنیا کا منفرد حکمران | زاہد بن ریاض | 10 |
| حضرت ابراہیم حربی رحمۃ اللہ علیہ | حذیفہ رفیق | 12 |
| خدا جب دِل سے غائب ہو | ابو عاتکہ توحید | 14 |
| مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی | طارق محمود | 15 |
| نالائقی | ڈاکٹر ذیشان الحسن عثمانی | 16 |
| بچوں کے نام، یہاں بھی فیشن | زبیر فرید | 18 |
| مسائل پوچھیں اور سیکھیں | مفتی محمد توحید | 20 |
| باورچی خانہ اور ہماری صحت | حکیم شمیم احمد | 22 |
| استقامت بڑی کہ کرامت | اُمِ مصطفیٰ | 25 |

**خواتینِ اسلام**

| | | |
|---|---|---|
| توبہ کا دیا | اہلیہ مظفر | 26 |
| میرے درد کی دوا کرے کوئی | نبیہ ہاندا | 29 |
| باپ کا بیٹی کے نام خط | محمد دانش | 30 |
| حقیقت | بنتِ گوہر | 31 |
| فرمائشیں | شیخ عظیم ترکر | 34 |

**باغیچۂ اطفال**

| | | |
|---|---|---|
| گڈو میاں بنے پولیس | اہلیہ محمد فیصل | 37 |
| گڈو میاں حوالات میں | اہلیہ محمد فیصل | 37 |
| ڈلاری کی دادی | ڈاکٹر الماس روحی | 39 |
| دروازہ | ماہ نور | 40 |
| انعامات ہی انعامات | | 41 |
| بچوں کے فن پارے | | 42 |
| ننھے ادیب | | 43 |

**بزمِ ادب**

| | | |
|---|---|---|
| سوچتا ہوں کہ اب انسان کو سجدہ کروں | | 44 |
| موجِ تبسم | ابن تبسم | 47 |
| گلدستہ | | 48 |

**اخبار السلام**

| | | |
|---|---|---|
| خبر نامہ | ادارہ | 50 |



دینی اخلاقی اور معاشرتی اقدار کا علمبردار

ماہنامہ

# فہمِ دین

کراچی

ستمبر 2018ء

| | |
|---|---|
| مدیر | محمد خرم شہزاد |
| ناظم | خالد عبدالرشید |
| کمپوزنگ | [illegible] |
| نظرثانی | طارق محمود |
| تزئین و آرائش | نوید فرید |



آراء و تجاویز کے لیے

0304-0125750

ڈاک سے متعلق امور کے لیے

0323-3229313 | 021-35393912

اشتہارات کے لیے

0314-2981344

marketing@fahmedeen.org

خط و کتابت اور بذریعہ منی آرڈر رسالہ کے اجراء کے لیے

C-26 گراؤنڈ فلور بن سیف کمرشل اسٹریٹ نمبر 2 خیابان جامی، بالمقابل بیت السلام مسجد، ڈیفنس فیز 4 کراچی



زرِ تعاون

| | |
|---|---|
| فی شمارہ: | 40 روپے |
| اندرون کراچی سالانہ (بذریعہ کوریئر): | 520 روپے |
| بیرون کراچی سالانہ (بذریعہ رجسٹری): | 520 روپے |
| بیرون ملک بدل اشتراک | 35 ڈالر |

ناشر | مطبع | مقام اشاعت

"پاکستان کو مدینہ جیسی فلاحی ریاست بناؤں گا۔" یہ وہ خواب ہے جو پاکستان کے پہلے گورنر جنرل قائد اعظم محمد علی جناحؒ نے بھی دیکھا اور اب آخری متوقع وزیرِ اعظم نے بھی اس خواہش کا اظہار کیا ہے۔ یہ بات آج سے ستّر سال پہلے بھی خوش آئند تھی اور آج بھی خوش آئند ہے، لیکن مدینہ کی فلاحی ریاست کیسی تھی؟ اور وہ کیسے وجود میں آئی؟ اسے سنجیدگی سے سمجھنے کی ضرورت ہے۔ جب نبی کریم ﷺ نے ریاستِ مدینہ کی باگ دوڑ سنبھالی تو وہاں غربت تھی، بے روزگاری تھی اور بدامنی تھی، مگر نبی کریم ﷺ نے اپنی حکمتِ عملی اور فراستِ نبوی سے ان تینوں چیزوں کا خاتمہ کر دیا۔ غربت ایسی ختم ہوئی کہ امراز کوۃ ہاتھ میں لیے غریبوں کو ڈھونڈتے پھرتے اور کوئی زکوۃ لینے والا نہ ملتا۔ امن پوری سلطنت میں یوں عام کر دیا کہ کوفہ کے قریب حیرہ کے علاقے سے ایک خاتون زیورات سے لدی مکہ مکرمہ آئی اور کعبہ کا طواف کیا، لیکن کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ اس کی آبرو کو پامال کر سکے یا اس کے مال پر ڈاکہ ڈال سکے۔ امن و امان کا یہ بے مثال تاریخی واقعہ اگرچہ کچھ عرصہ بعد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانے میں پیش آیا تھا، مگر بات پختہ عزم اور واضح منشور کی ہے۔ قارئین! امن و امان کا یہ واقعہ اتفاقی نہیں تھا، بلکہ مدینہ کی ریاست کے والیٔ اوّل محمد رسول اللہ ﷺ کے منشور کا حصہ تھا اور آپ ﷺ نے عدی بن حاتم کے وفد کے سامنے اسے بہت ہی پُر عزم طریقے سے ذکر کیا تھا۔

حضرت عدیؓ فرماتے ہیں کہ جب میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے عدی! شاید تمہیں دینِ اسلام قبول کرنے سے مسلمانوں کی موجودہ حالت زار اور غربت و مفلسی روک رہی ہے۔ خدا کی قسم! عنقریب ایک دن ایسا آئے گا کہ مسلمانوں میں مال اتنا وافر ہو جائے گا کہ کوئی شخص تمہیں صدقہ قبول کرنے والا نہیں ملے گا۔ اے عدی! شاید تمھیں اس دین کو قبول کرنے سے مسلمانوں کی قلّت اور دشمنوں کی کثرت کا احساس روک رہا ہے۔ خدا کی قسم! تم عنقریب سنو گے کہ پورے خطۂ عرب میں اسلامی پرچم لہرائے گا اور ہر سُو امن کا ایسا ماحول ہو گا کہ ایک عورت تنہا اپنی سواری پر روانہ ہو گی اور بے خطر سفر کرتی ہوئی مدینہ منورہ پہنچے گی۔ دورانِ سفر اللہ تعالیٰ کے سوا اس کے دل میں کسی کا ڈر نہ ہو گا۔ اے عدی! شاید تجھے اس دین کو قبول کرنے سے یہ احساس روک رہا ہے کہ آج حکومت و سلطنت غیر مسلموں کے قبضے میں ہے۔ خدا کی قسم! تم عنقریب یہ خبر سنو گے کہ سرزمین بابل کے سفید محلات کو مسلمانوں نے فتح کر لیا ہے اور کسریٰ بن ہرمز کے خزانوں پر مسلمانوں کا قبضہ ہو جائے گا۔

قارئین! کسی نئی اور ترقی پذیر ریاست کے ذمہ دار قائد کے بلند و بالا حوصلے بھی دیکھیں اور روشن مستقبل کے حصول کے لیے واضح منشور بھی اور پھر یہ صرف کھوکھلا نعرہ ہی نہیں تھا، بلکہ مدینہ منورہ کو مثالی فلاحی ریاست بنانے کے لیے نبی کریم ﷺ نے عملی طور پر اقدامات بھی کیے۔ ویسے تو نبی کریم ﷺ نے فلاحی ریاست بنانے کے حوالے سے اتنے اقدامات کیے اور ارشادات فرمائے ہیں کہ ایک مستقل کتاب بن جائے۔ اب اسی ایک کو دیکھ لیں کہ غربت کے نتیجے میں جب معاشرے میں کچھ لوگوں کو بھیک مانگنے کی ضرورت پیش آئی تو آپ ﷺ نے قبل اس سے کہ وہ معاشرے میں پیشہ ورانہ ناسُور کی صورت اختیار کرتا، آپ ﷺ نے اُس کی روک تھام کر کے لوگوں کو روزگار کی طرف متوجہ کرنے کے اِقدامات کیے۔ کیا آپ نے وہ مشہور واقعہ نہیں سنا، جسے حضرت انسؓ نے روایت کیا ہے کہ ایک غریب انصاری صحابی تھے، جن کے پاس اوڑھنے بچھانے کے لیے ایک کمبل اور کھانے پینے کے لیے ایک برتن کے علاوہ کچھ نہ تھا، دُنیا میں کون ایسا ہو گا جو انھیں مستحقِ خیرات نہیں سمجھے گا! اور ان کی مدد کو عین عبادت نہیں سمجھے گا! مگر نبی کریم ﷺ نے صرف وقتی اور عارضی مدد کو مناسب نہ سمجھا اور اپنی یا کسی صاحبِ خیر صحابی کی طرف سے دو درہم کی مد دلے کر کلہاڑی خرید کر دینا بھی مناسب نہ سمجھا، بل کہ انھی کی گھریلو ضرورت کی لازمی اشیا کو فروخت کروایا، کلہاڑی میں اپنے ہاتھ سے دستہ لگا کر اُن کے حوالے کیا اور پھر اُن کو کچھ دِنوں تک مسلسل محنت کا حکم دیا اور صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ کچھ دِنوں کے بعد جب وہ دوبارہ آئے اور کسی درجے میں انھیں آسُودگی بھی ہو گئی تو اُن کے سامنے اس بھیک مانگنے کے عمل کی حوصلہ شکنی بھی کی، فرمایا: یہ محنت کر کے کمانا تمہارے لیے اس بات سے بہتر ہے کہ قیامت کے دن تمہارے چہرے پر "مانگنا" ایک نشان بن جائے۔

یوں ریاست کا ایک بے روزگار شخص نہ صرف یہ کہ دوسروں پر بوجھ بننے سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو گیا، بلکہ معاشرے کا ایک محنتی، معزز، فعّال اور دوسروں کی مدد کرنے والا فرد بن گیا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے چند ہی سالوں میں یہ معاشرہ نہ صرف یہ کہ غربت سے پاک، طبقاتی تقسیم سے محفوظ، مال و دولت کی حرص سے بالاتر انسانی اخوّت کا گہوارہ بن گیا، بلکہ یہ اس سے کہیں آگے بڑھ کر دُنیا کی ترقی یافتہ، خود اعتمادی سے بھرپور، دشمن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے والی، بائیس لاکھ مربع میل پر مشتمل ایک وسیع و عریض سلطنت بن گئی۔ قارئین! یہ واقعی اسلامی فلاحی ریاست تھی اور کاش ہمارے حکمران اور ہم مل کر پاکستان کو ایسی ہی اسلامی فلاحی ریاست بنا سکیں۔ والسلام

اخوکم فی اللہ
محمد خرم شہزاد

مدیر کے قلم سے

# نیا پاکستان

# فہمِ قرآن

آلِ عمران:107-115

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ 107

ترجمہ... دوسری طرف جن لوگوں کے چہرے چمکتے ہوں گے'
وہ اللہ کی رحمت میں جگہ پائیں گے' وہ اسی میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ 107

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ 108

ترجمہ... یہ اللہ کی آیتیں ہیں' جو ہم تمہیں ٹھیک ٹھیک پڑھ کر سنا رہے ہیں
اور اللہ دنیا جہاں کے لوگوں پر کسی طرح کا ظلم کرنا نہیں چاہتا۔ 108

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ 109

ترجمہ... آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے' اللہ ہی کا ہے
اور اسی طرف تمام معاملات لوٹائے جائیں گے۔ 109

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ
وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ
مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ 110

ترجمہ... تم وہ بہترین امت ہو'
جو لوگوں کے فائدے کے لیے وجود میں لائی گئی ہے۔
تم نیکی کی تلقین کرتے ہو' برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔
اگر اہلِ کتاب ایمان لے آتے تو یہ ان کے حق میں کہیں بہتر ہوتا۔
ان میں سے کچھ تو مومن ہیں' مگر ان کی اکثریت نافرمان ہے۔ 110

لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ 111

ترجمہ... وہ تھوڑا بہت ستانے کے سوا تمہیں کوئی بڑا نقصان ہرگز نہیں
پہنچا سکیں گے اور اگر وہ تم سے لڑیں گے بھی تو تمہیں پیٹھ دِکھا جائیں گے'
پھر انھیں کوئی مدد بھی نہیں پہنچے گی۔ 111

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ
وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ
ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ
ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ 112

ترجمہ... وہ جہاں کہیں پائے جائیں' ان پر ذِلت کا ٹھپّہ لگا دیا گیا ہے' اِلّا یہ کہ اللہ کی
طرف سے کوئی سبب پیدا ہو جائے یا انسانوں کی طرف سے کوئی ذریعہ نکل آئے' جو ان
کو سہارا دیدے۔ انجامِ کار' وہ اللہ کا غضب لے کر لوٹے ہیں اور ان پر محتاجی مسلّط کر دی گئی
ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے اور پیغمبروں کو
ناحق قتل کرتے تھے۔ (نیز) اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ نافرمانی کرتے
تھے اور ساری حدیں پھلانگ جایا کرتے تھے۔ 112

لَيْسُوْا سَوَآءً مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ
يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ 113

ترجمہ... (لیکن) سارے اہلِ کتاب ایک جیسے نہیں ہیں۔ اہلِ کتاب ہی میں وہ لوگ بھی
ہیں' جو (راہِ راست پر) قائم ہیں' جو رات کے اوقات میں اللہ کی آیتوں کی تلاوت کرتے ہیں اور
جو (اللہ کے آگے) سجدہ ریز ہوتے ہیں۔ 113

تشریح نمبر 1: اس سے مراد وہ اہلِ کتاب ہیں' جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آئے تھے'
مثلاً یہودیوں میں سے حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ۔

يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ
وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ 114

ترجمہ... یہ لوگ اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں' اچھائی کی تلقین کرتے اور
برائی سے روکتے ہیں اور نیک کاموں کی طرف لپکتے ہیں۔
یہ وہ لوگ ہیں' جن کا شمار صالحین میں ہے۔ 114

وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالْمُتَّقِيْنَ 115

ترجمہ... وہ جو بھلائی بھی کریں گے' اس کی ہرگز ناقدری نہیں کی جائے گی
اور اللہ پرہیزگاروں کو خوب جانتا ہے۔ 115

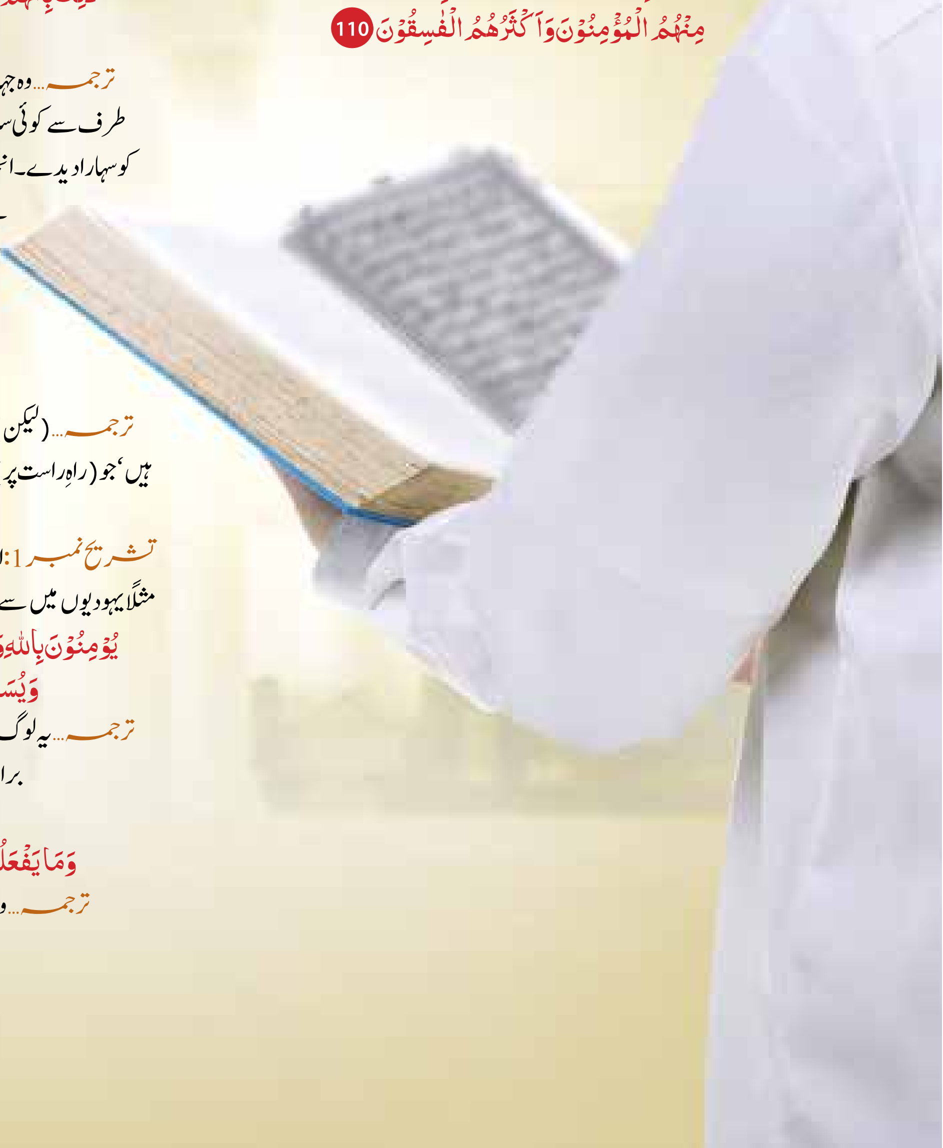

# فہمِ حدیث

مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

**عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَتَذَاكَرُ الْمَسِيحَ الدَّجَّالَ فَقَالَ:**

**"اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِمَا هُوَ اَخْوَفُ عَلَيْكُمْ عِنْدِيْ مِنَ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ فَقُلْنَا بَلٰى يَارَسُولَ اللهِ! قَالَ الشِّرْكُ الْخَفِيُّ اَنْ يَّقُوْمَ الرَّجُلُ يُصَلِّيْ فَيَزِيْدُ صَلٰوتَهٗ لِمَا يَرٰى مِنْ نَظَرِ رَجُلٍ"**

ترجمہ... حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن اللہ کے رسول ﷺ (اپنے حجرۂ مبارک) سے نکل کر ہمارے پاس تشریف لائے ' اس وقت ہم لوگ آپس میں مسیح دجّال کا کچھ تذکرہ کر رہے تھے تو آپ ﷺ نے ہم سے فرمایا: "کیا میں تم کو وہ چیز نہ بتاؤں 'جو میرے نزدیک تمہارے لیے دجّال سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔" ہم نے عرض کیا: "حضور (ﷺ)! ضرور بتلائیں ' وہ کیا چیز ہے؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "وہ شرکِ خفی ہے (جس کی ایک مثال یہ ہے) کہ آدمی نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہو ' پھر اپنی نماز کو اس لیے لمبا کر دے کہ کوئی آدمی اس کو نماز پڑھتا دیکھ رہا ہے۔ (سنن ابن ماجہ)

تشریح... رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کا مطلب غالباً یہ تھا کہ دجّال جس کھلے شرک و کفر کی دعوت دے گا اور جس کے لیے وہ لوگوں کو مجبور کرے گا ' مجھے اس کا زیادہ خطرہ نہیں ہے کہ میرا کوئی سچا اُمّتی اس کی بات ماننے کے لیے آمادہ ہو گا 'لیکن مجھے اس کا خطرہ ضرور ہے کہ شیطان تم کو کسی ایسے شرک میں مبتلا کر دے 'جو بالکل کھلا ہوا شرک نہ ہو 'بلکہ خفی قسم کا شرک ہو 'جس کی مثال آپ ﷺ نے یہ دی کہ نماز اس لیے لمبی اور بہتر پڑھی جائے کہ دیکھنے والے معتقد ہو جائیں۔

سنن ابنِ ماجہ ہی کی ایک دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ اپنی امت کے شرک میں مبتلا ہونے کا خطرہ ظاہر فرمایا تو بعض صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ "یارسول اللہ (ﷺ)! کیا ایسا ہو گا کہ آپ ﷺ کے بعد آپ کی اُمت شرک میں مبتلا ہو جائے؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ تو اطمینان ہے کہ میرے اُمتی چاند سورج کو اور پتھروں اور بُتوں کو نہیں پوجیں گے 'لیکن یہ ہو سکتا ہے اور ہو گا کہ ریا والے شرک میں وہ مبتلا ہوں۔"

**عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:**

**"قَالَ اللهُ تَعَالٰى اَنَا اَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ فَمَنْ عَمِلَ عَمَلًا أَشْرَكَ فِيهِ مَعِيَ غَيْرِيْ تَرَكْتُهٗ وَشِرْكَهٗ"**

**وَفِيْ رِوَايَةٍ "فَاَنَا مِنْهُ بَرِيْءٌ هُوَ لِلَّذِيْ عَمِلَهٗ"**

ترجمہ... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں شرک اور شرکت سے سب سے زیادہ بے نیاز ہوں (یعنی جس طرح اور شرکا شرکت پر راضی ہو جاتے ہیں اور اپنے ساتھ کسی کی شرکت منظور کر لیتے ہیں 'اسی طرح میں راضی نہیں ہوتا اور کسی کی ادنی شرکت گوارا نہیں کر سکتا۔ ہر قسم کی شرکت سے بالکل بے نیاز اور سخت بے زار ہوں) پس جو کوئی عمل (عبادت وغیرہ) کرے جس میں میرے ساتھ کسی اور سے بھی کچھ شریک کرے (یعنی اُس سے اِس کی غرض میری رضا اور رحمت کے علاوہ کسی اور کو بھی کچھ حاصل کرنا یا اس کو معتقد بنانا ہو) تو میں اس کو اور اس کے شریک 'دونوں کو چھوڑ دیتا ہوں اور ایک روایت میں ہے کہ میں اُس سے بے زار اور بے تعلق ہوں۔ وہ عمل (میرے لیے بالکل نہیں 'بلکہ) صرف اس دوسرے کے لیے ہے 'جس کے لیے اُس نے کیا (یعنی جس کو اُس نے شریک کیا)۔ (صحیح مسلم)

Shangrila®

THE FOOD EXPERTS!

DISCOVER THE REAL GREAT TASTE OF ALL THE FOOD YOU LOVE WITH SHANGRILA...

Our belief lies in doing ordinary things extraordinarily well and our mission serves the responsibility to deliver quality products while constantly striving to achieve new milestones.

www.shangrila.com.pk

www.fruitio.com.pk

ShangrilaPakistan

Pakistan Standards

FDA

PLMA

Brands of the year Award

# نئے سال کا پیغام

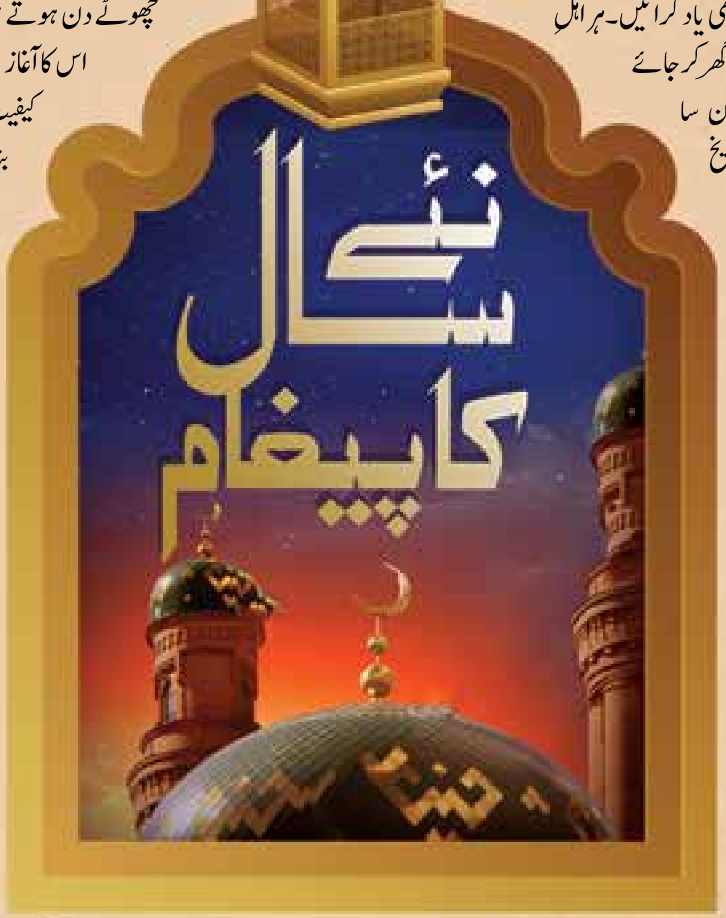


حضرت مولانا عبدالستار حفظہ اللہ

مسلمانوں کے سال کا آغاز محرّم سے ہوتا ہے اور عیسوی سال کا آغاز جنوری سے، عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت کو بنیاد بناتے ہیں جب کہ مسلمانوں کے یہاں نئے سال کا آغاز اللہ کے نبی ﷺ کی یومِ ولادت سے نہیں ہوتا... معراج کے عظیم الشان واقعہ سے نہیں ہوتا... آپ ﷺ زمین پر ہیں اور آسمان کی طرف یوں اشارہ کرتے ہیں تو چاند دو ٹکڑے ہو جاتا ہے، اسلامی سال کا آغاز اس واقعہ سے بھی نہیں ہوتا... قرآنِ مجید کا نزول ہوا، وحی کا آغاز ہوا، بنیاد یہ واقعات بھی نہیں بنے۔

**پھر اسلامی تاریخ کا عنوان کیا بنا؟؟ ہجرت...!!**

مسلمان اسلامی تاریخ، اسلامی مہینے، اسلامی سال اور اسلامی دن کے عنوان کو خود بھی یاد رکھیں اور اپنی اولاد کو بھی یاد کرائیں۔ ہر اہلِ ایمان اور ہر مسلمان بچے کے دل میں گھر کر جائے کہ یہ کون سا ہجری سال ہے؟ کون سا ہجری مہینہ ہے؟ کون سی ہجری تاریخ ہے اور اسے یہ بھی معلوم ہو کہ خود ہجرت ہے کیا...؟؟

**اسلامی سال کا آغاز ہجرت سے کیوں کیا؟**

تاکہ مسلمانوں کو یہ سبق ملے کہ اگر اسلامی زندگی کے تحفظ کی خاطر وطن قربان کرنا پڑے، قربان کر دیں گے... کُنبہ، قبیلہ، خاندان قربان کرنا پڑے، قربان کر دیں گے... اسلامی زندگی کے تحفظ کی خاطر بنی بنائی منڈیاں، مارکیٹیں، دکانیں قربان کرنی پڑیں، قربان کر دیں گے... اسلامی زندگی کے تحفظ کی خاطر خون پسینے سے بنائے گئے گھر اور زمینیں قربان کرنا پڑیں، کر دیں گے... اس لیے کہ اسلامی زندگی ایک مسلمان کی نظر میں اس کی عظمت اور اہمیت کے پیشِ نظر دنیا کی ہر چیز سے قیمتی ہے۔ نئے سال کے آغاز پر یہ ہجرت کا عنوان اس سبق کی یاد دہانی ہے، لیکن عرصہ ہوا... اب تو صرف دینی ادارے یا دینی مدارس کے طلبا ہی بتائیں گے کہ اسلامی مہینوں کے نام کیا ہیں، ورنہ عصری اداروں کے مسلمان بچے تو اِسے بھول چکے ہیں۔ یہ عنوان ہی دل و دماغ سے مٹا دیا گیا ہے، تاکہ نہ عنوان رہے گا نہ ہی انھیں اپنے روشن ماضی کا سبق یاد رہے۔

سب کو بس یہ پتا ہے کہ نئے سال کا آغاز جنوری سے ہوتا ہے، بلکہ اس مغربی تہذیب کا اتنا اثر ہے کہ دسمبر کے آخری دس دن، جو حقیقت میں پورے سال کے سب سے چھوٹے دن ہیں، لیکن سبق یہ پڑھا دیا گیا کہ ان دنوں کو بڑا دن سمجھا جاتا ہے، حالاں کہ پورے سال کے سب سے چھوٹے دن ہوتے ہیں یہ... اور محرّم کا مبارک مہینہ، جب اس کا آغاز ہوتا ہے تو ہمارے ملک میں تو عجیب ہی کیفیت ہوتی ہے، ایک خوف و ہراس... راستے بند... گلیاں بند... کاروبار بند... نجانے یہ دن کیسے گزرے گا...؟؟ جو اس نئے سال کے آغاز میں اصل سبق ہے، وہ تو پس منظر میں چلا جاتا ہے۔ ساری دنیا اپنے نئے سال کے موقع پر خوشیاں مناتی ہیں، ہم خوف و ہراس میں مبتلا جاتے ہیں کہ پتا نہیں کیا ہوگا...!! دکانوں کو تالے لگ جاتے ہیں، بازاروں کے راستے بند، گلیاں بند، سڑکیں بند۔

**کیوں؟ کیا ہوا...؟**

مسلمانوں کا نیا سال شروع ہو رہا ہے۔ یہ حرمت کا مہینہ، عزت کا مہینہ ہے اور اس کو جو عزت و حرمت ملی ہے، یہ محمد رسول اللہ ﷺ کے دور سے ملی ہے، کسی کی شہادت سے نہیں ملی، نہ عمرؓ کی شہادت سے اور نہ ہی حسن و حسین رضی اللہ عنہما کی

شہادت سے۔

قرآن مجید مہینوں کے بارے میں کہتا ہے کہ **مِنۡهَاۤ اَرۡبَعَةٌ حُرُمٌ** کہ چار مہینے حرمت کے ہیں‘ انھیں خاص مرتبہ و فضیلت حاصل ہے‘ وہ ذوالقعدہ‘ ذوالحجہ‘ محرّم اور رجب ہیں‘ انھیں اسلام میں خاص حرمت حاصل ہے‘ لیکن عنوان اس حرمت کو نہیں بنایا گیا۔ عنوان اگر دیا تو ہجرت کا دیا۔

## ہجرت کیا ہے... کس لیے ہجرت کی ہے...؟؟

- کیا کاروبار کو خطرہ تھا؟
- جان کو خطرہ تھا؟
- مال کو خطرہ تھا؟
- عزت کو خطرہ تھا؟
- اقتدار کو خطرہ تھا؟

نہیں نہیں...!!

## صرف اور صرف اسلامی زندگی کی حفاظت اور اشاعت کے لیے

ورنہ کس کو نہیں معلوم کہ اللہ کے نبی ﷺ کی خدمت میں مشرکین کے سردار آئے اور کہنے لگے: ”آپ جس زندگی کی بات کر رہے ہیں‘ آپ صرف اِس سے دست بردار ہو جائیں۔ آپ کو مکہ کا حسن چاہیے؟ وہ پیش کر دیں گے۔ آپ کی تجوریاں دولت سے بھرنی ہیں؟ بھر دیں گے۔ آپ کو کچھ عہدہ اور منصب چاہیے؟ پیش کرنے کے لیے تیار ہیں۔“ صرف ایک کام کیجیے...!!

## اسلامی زندگی سے دست بردار ہو جائیں!! اس کی دعوت واشاعت نہیں ہونی چاہیے

آج بھی دنیا میں مسلمانوں کو اسی انداز سے کہا جا رہا ہے۔

قرضہ چاہیے...؟ شرم وحیا کے جراثیم اپنے معاشرے سے مارنے ہوں گے۔ اُن کے یہاں تو یہ جراثیم ہیں نا...! قرضہ چاہیے‘ دولت چاہیے‘ پیسا چاہیے‘ معاشی راستے چاہییں تو پھر اپنی نسل کو ایمان‘ اسلام سے بیزار کرنا ہوگا‘ پھر اپنی سوسائٹی سے اسلام کے درخت کا بیج مٹانا ہوگا۔ اُس دور کے اندر بھی اللہ کے حبیب ﷺ کی خدمت میں آئے‘ دولت چاہیے... حسن چاہیے... اقتدار چاہیے‘ لیکن نئے سال کے عنوان نے مسلمانوں کو ایک سبق دیا کہ یہ دیکھو تمھارے پیارے نبی (ﷺ) نے اس موقع پر کیا کِیا...؟؟

سبحان اللہ!! اللہ کے بعد کوئی ہستی ہے تو محمد رسول اللہ ﷺ کی ہے۔ آپ سے بڑھ کر روشن خیال‘ دور اندیش‘ چیزوں کی قدر و قیمت سے کون باخبر ہو سکتا ہے؟ اور ایسا بھی نہیں کہ آپ ﷺ کو مکہ سے کوئی دِلی لگاؤ نہ تھا۔ بیت اللہ کی طرف دیکھتے ہیں‘ آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں‘ فرمانے لگے: ”بیت اللہ! کیا کروں...!! یہ ظالم رہنے بھی تو نہیں دیتے۔“ لیکن اسلامی زندگی کا تحفظ‘ اس کی اشاعت‘ اس کی بقا... مسلمانوں کو یہ سبق دیا کہ اسلام کی آب یاری‘ اس کے پیچھے قربانی دیکھیے‘ جذبہ دیکھیے‘ ایثار دیکھیے‘ ایسے نہیں ہوئی... میرے گھر میں جو انسانی زندگی گزارنے کا طریقہ اسلام کے عنوان سے آیا‘ یہ یوں ہی نہیں پہنچا...!! اس کے پیچھے خون کی وادیاں ہیں... عزتوں کی قربانیاں ہیں... جلاوطنیاں ہیں... بے گھر ہونا ہے۔

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہٗ جب ہجرت کے لیے نکلے تو کچھ لوگ آئے جو آپ کی بیوی کے خان دان کے تھے‘ کہنے لگے: ”ابو سلمہ! اکیلے جا سکتے ہو۔ ہماری بیٹی کو نہیں لے کے جا سکتے۔“ بیٹی کو روک لیا... حضرت ابو سلمہؓ کا چھوٹا سا ایک بچہ تھا۔ اِن کے اپنے خان دان کے لوگ آئے‘ کہنے لگے: ”ابو سلمہ! جانا ہی ہے تو جاؤ‘ لیکن اس بچے کو نہیں لے کے جا سکتے۔“ ظالم وہ بھی ہاتھ سے چھین کے لے گئے۔ بیوی وہاں رہ گئی‘ بیٹا وہاں رہ گیا‘ آگے نکلے تو راستے میں مشرک کھڑے ہیں‘ کہنے لگے: ”مکہ کا کمایا ہوا مال مدینہ نہیں جا سکتا۔“ حضرت ابو سلمہؓ نے سب کچھ دے دیا اور کہا: ”راستہ چھوڑو!“ یوں لُٹتے لُٹاتے جب حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی بیتی کہانی سنائی: ”اے اللہ کے رسول (ﷺ)! اہلیہ بھی لے گئے‘ بیٹا بھی چھین لیا اور زندگی بھر کی پونجی بھی چھین لی‘ یوں آیا ہوں...!!“ تو رسول اللہ ﷺ فرمانے لگے: ”یَا اَبَا سَلَمَۃ! قَدْ رَبِحَتَ الْبَیْعَ!!“ ابو سلمہ! بڑے نفع کی تجارت کی ہے۔ کچھ نہیں کھویا‘ سب کچھ پا لیا ہے۔ بڑے نفع کی تجارت ہوئی ہے۔ ارے...! بیٹا بھی گیا‘ جو کلیجہ ہے‘ دل کا ٹکڑا ہے۔ اہلیہ بھی گئی‘ جو زندگی کی رفیقۂ حیات ہے۔ زندگی بھر کی پونجی بھی چھین لی گئی‘ لیکن سبحان اللہ...! وہاں پہنچے‘ جہاں اسلامی زندگی کا تحفظ تھا! وہ دولت محفوظ تھی! اللہ کے نبی ﷺ سے بڑھ کر کوئی دور اندیش ہوگا؟ اور آپؐ سے بڑھ کر بھی کوئی دنیا کی چیزوں کی خبر رکھنے والا ہوگا... لیکن آپ ﷺ سمجھتے تھے کہ اسلام ہے تو سب کچھ ہے۔ اسلامی زندگی ہے تو سب کچھ ہے۔ اسلام کی آب یاری کے لیے‘ اسلام کی بہار کے لیے‘ یہ ہجرت ہے...!! یہ قربانی ہے...!! یہ جلاوطنی ہے...!! یہ گھر سے بے گھر ہونا ہے...!!

وہاں مسئلہ کاروبار کا نہ تھا‘ وہاں مسئلہ عہدے اور منصب کا نہ تھا‘ وہاں کی ہجرت کسی خاندانی اور جاگیر کی خاطر نہ تھی‘ صرف اسلامی زندگی کی خاطر اور اس ہجرت کے بعد مسلمان کے دو خوب صورت عنوان بنے بس...!! قرآن نے مسلمانوں کا ان دو عنوانوں کے تحت ذکر کیا اور تیسری قسم کوئی نہیں۔ ایک جو اللہ کے دین کی خاطر ہجرت کرنے والے‘ مہاجرین اور دوسرے وہ جو اللہ کے دین کی خاطر ہجرت کرنے والوں کو دل سے لگانے والے‘ انصار...! بس! دنیا میں یہی دو قسم کے مسلمان تھے۔ پورے قرآن میں مسلمانوں کا تذکرہ ان دو عنوانوں کے تحت ہے مہاجر یا انصار‘ سبحان اللہ!! وہ سب کچھ قربان کر گئے‘ اسلام کی خاطر! اسلامی اخوت کی خاطر‘ اسلامی بھائی چارے کی خاطر‘ اپنے مہاجرین بھائیوں کی خاطر۔

میرے عزیزو!! جب انصار اور مہاجر میں یہ رشتہ قائم ہوا‘ پھر دنیا نے دیکھا! کیا اللہ کی مدد آئی‘ کیا اللہ کی نصرت آئی اور کیا ساری دنیا کا نقشہ بدلا۔ کہاں ان کی اپنی عزت‘ جان‘ مال‘ کاروبار خطرے میں اور کہاں اس ہجرت اور نصرت کی بدولت! ایسی قوت‘ ایسی طاقت بنے جس کے پیچھے اللہ کی مدد و نصرت بھی تھی‘ پھر ایسا دنیا میں نظام اور نقشہ بنا کہ دنیا میں ہر مسلمان کیا اپنے‘ کیا غیر... سب کی جان و مال‘ عزت‘ آبرو محفوظ ہو گئی۔

نئے سال کی ابتدا ہجرت کے عنوان سے اس لیے ہے کہ آج کا مسلمان احتساب کرے کہ وہ آج کہاں کھڑا ہے؟ کیا آج بھی وہ جذبہ اس کی اولاد میں‘ اس کی نسل میں‘ اس کے تعلیمی اداروں میں ہے؟ کیا اُس جذبے کی آب یاری ہو رہی ہے کہ اسلام کی خاطر سب کچھ قربان کر دیں گے؟ کیا مسلمانوں میں وہی ایمانی‘ اسلامی اُخوت کی مٹھاس ہے کہ اپنے بھائیوں کو دل وجان سے قبول کرنا ہے۔؟

میرے عزیزو...!! یہ نیا سال ہمیں ایک سبق دے رہا ہے کہ اگر امتِ مسلمہ نے اپنا تحفظ کرنا ہے‘ اسلامی زندگی کا تحفظ کرنا ہے‘ اپنی قوم‘ اپنے وطن اور اپنے ملکوں کا تحفظ کرنا ہے تو پھر آنے والی نسل میں یہ ہجرت کا عنوان‘ یہ ایمانی‘ اسلامی اخوت کا رشتہ پھر سے زندہ کرنا ہوگا۔ اس جذبے کو اپنے تعلیمی اداروں میں اور اپنے تربیتی نظام میں پھر سے زندہ کرنا ہوگا‘ پھر اس نسل اور امت میں تر و تازگی آئے گی اور پھر اس کا مستقبل تابناک ہوگا۔ اللہ عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

مرادِ رسول ﷺ، خلیفہ ثانی، سیدنا عمر فاروق بن خطابؓ

# تاریخِ عالم کے منفرد حکمران

پوری دنیا کے مفکرین، سیاسی اور سماجی رہنما اس بات پر متفق ہیں کہ اداروں کی مضبوطی کے بغیر کوئی ریاست ہرگز مضبوط نہیں ہو سکتی۔ اسی چیز کا دوسرا نام نظام کی مضبوطی ہے، لیکن یہ بات بہت کم زیرِ بحث آئی ہے کہ ان اداروں کا بانی کون ہے؟ بحیثیتِ مسلمان ہمارے لیے صد افتخار ہے کہ ان اداروں کے بانی خلیفۂ دوم حضرت عمر بن خطابؓ ہیں۔ آپؓ کے قبولِ اسلام کے لیے خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہِ الٰہی میں دعا فرمائی کہ ”اے اللہ! اسلام کو عمر بن خطابؓ یا عمر بن ہشام کے ذریعہ عزت دے۔“ اللہ تعالیٰ نے عمر بن خطاب کا انتخاب کر کے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول فرمائی اور جب عمر بن خطابؓ نے کلمہ شہادت پڑھا تو مسلمانوں نے اس زور سے نعرہ تکبیر بلند کیا کہ وادیٔ مکہ گونج اٹھی۔ پہلی دفعہ مسلمانوں نے خانہ کعبہ میں اعلانیہ اسلام کا اظہار کیا اور مشرکین مکہ یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ آج مسلمانوں نے ہم سے بدلہ لے لیا۔

امام ترمذیؒ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ”اگر میرے بعد کوئی نبی ہو سکتا تو وہ عمر ہوتے۔“ حضرت عمر فاروقؓ مسلمانوں کے دوسرے خلیفہ مقرر ہوئے اور مسند خلافت سنبھالتے ہی مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں خطبہ ارشاد فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے میرے رفقا کو مجھ سے جدا کر کے مجھے باقی چھوڑ کر میرے ساتھ تمہیں اور تمہارے ساتھ مجھے امتحان میں ڈال دیا ہے۔ اللہ کی قسم! میں تمہاری ہر مشکل کو حل کروں گا۔ تمہارا ہر آدمی میرے نزدیک اس وقت تک کمزور ہے کہ جب تک میں اس کا حق نہ وصول کر لوں۔ اے اللہ! میں سخت ہوں، مجھے نرم بنا۔ کمزور ہوں، قوت عطا فرما۔ بخیل ہوں، سخی بنا۔ (طبقات ج: 3، ص: 73)

حضرت عمرؓ نے اپنے دورِ خلافت میں ہر فرد کو تنقید اور طلبِ حقوق کی پوری آزادی دے رکھی تھی۔ حضرت عمرؓ سے پہلے یا تو ادارے سرے سے موجود ہی نہیں تھے یا ان کی بنیادیں اور ڈھانچے بالکل کمزور تھے۔ آزاد عدلیہ کو ہی لے لیجیے، آپؓ نے مرکز اور صوبوں میں قاضی (جسٹس) مقرر فرمائے اور شہروں کے قاضی ان کے ماتحت کر دیے یعنی وہ جج صاحبان کسی طور بھی انتظامی افسران کے ماتحت نہیں تھے۔ گویا عدلیہ اور انتظامیہ مکمل طور پر الگ الگ تھیں۔ اگر ہم نظامِ حکومت کی بات کرتے ہیں تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جو ڈھانچہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیقؓ نے بنایا تھا، آپؓ نے اس میں رنگ بھر دیا اور پھر مستقل شوریٰ کا اہتمام کر کے اسے باقاعدہ ایک ادارے کی شکل دی اور اس ادارے کو اتنا مضبوط کیا کہ خود خلیفہ بھی اس کے سامنے جواب دہ تھا۔ زیادہ اہم مسائل کے فیصلے کے لیے مشاورتِ عامہ (ریفرنڈم) بھی کروایا تھا۔ حضرت عمرؓ فرماتے تھے کہ مشورے کے بغیر خلافت سرے سے جائز ہی نہیں۔ معاشی نظام کے تحت آپؓ نے باقاعدہ بیت المال قائم فرمایا۔ حکومت کے ذرائع آمدن میں اضافہ کیا گیا لیکن سرکاری ٹیکسوں کی وصولی میں کوئی ناانصافی نہیں کی جاتی تھی۔

سیدنا عمر بن خطابؓ فرمایا کرتے تھے کہ ”کتاب اللہ کی تعلیم حاصل کرو، تم اسی سے پہچانے جاؤ گے اور کتاب اللہ پر عمل کرو، اسی کے ذریعے تم قرآن والے بنو گے۔“ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پانچ صحابی ایسے تھے، جنھوں نے قرآنِ کریم کو مکمل حفظ کیا تھا۔ ان کے نام یہ ہیں: ”حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت عبادہ بن صامتؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت ابو ایوب انصاریؓ اور حضرت ابو درداؓ۔“ حضرت عمر فاروقؓ نے ان مذکورہ اصحاب کو بلایا اور فرمایا: ”شام کے مسلمانوں کو ضرورت ہے کہ انہیں قرآن کی تعلیم دی جائے۔“

سیدنا عمر فاروقؓ کی قرآن کی اشاعت کے سلسلے میں کی گئی کوششوں کے نتیجے میں حفاظ کرام کی تعداد ہزاروں تک جا پہنچی۔ آپؓ کا دور عوام کی خدمت، فلاح، عدل و انصاف کی فراہمی، انسانی حقوق کے تحفظ، اسلامی فتوحات اور دینی اور رفاہی خدمات کے حوالے سے اسلامی تاریخ میں ایک خاص حوالہ رکھتا ہے۔ عالمِ اسلام کا ہجری کیلنڈر جاری کرنے کا سہرا بھی آپؓ کے سر ہے۔ آپؓ کی زندگی ہر شخص اور ہر دور کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ تاریخی روایات کے مطابق ماہِ ذوالحجہ میں جب سفرِ حج سے واپسی ہوئی تو آپؓ نے نہایت رِقّت اور سوز و گداز کے عالم میں بارگاہِ ایزدی میں یہ دعا کی: ”اے اللہ! میں تیرے راستے میں شہادت پانے کا سوال کرتا ہوں اور تیرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں موت چاہتا ہوں۔“ 26 ذوالحجہ 23 ہجری کا دن تھا کہ مرادِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم، خلیفہ ثانی سیدنا عمر فاروقؓ سورج طلوع ہونے سے پہلے لوگوں کو نماز پڑھانے کی غرض سے کاشانۂ خلافت سے نکل کر مسجد پہنچے۔ ادھر کمبخت ابولولو فیروز دیوار کی اوٹ میں چھپ کر آپؓ کے آنے کا انتظار کر رہا تھا۔ فجر کی نماز میں اس کمبخت نے آپؓ پر زہر آلود خنجر سے پے در پے وار کیے جس سے آپؓ شدید زخمی ہو گئے اور بالآخر یکم محرم الحرام 24 ہجری کو اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

The Burger Shack

# YOUR ORDER,
# OUR PRIORITY!

NOW DELIVERING: 111-TBS-TBS
(827-827)

# حضرت ابراہیم حربی رحمۃ اللہ علیہ

محمد حذیفہ رفیق

شیخ الاسلام، حافظ علّامہ، امام ابو اسحاق ابراہیم بن اسحاق بن ابراہیم 198ء میں بغداد میں پیدا ہوئے۔ بغداد کے مغربی حصے میں ایک علاقے حَرب سے ان کا تعلق تھا اس لیے ابراہیم حَربی کے نام سے مشہور ہوئے۔ چھوٹی عمر میں ہی علم حاصل کرنے کے لیے محدّثین سے روایات حاصل کیں، بالخصوص امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے خوب احادیث سنیں اور کافی وقت ان کی صحبت میں گزارا۔

فرماتے تھے: "میں نہیں سمجھتا کہ حدیث پڑھنے پڑھانے والوں سے بہتر بھی کوئی جماعت ہوگی۔ صبح سویرے ایک طالب علم ہاتھ میں قلم اور روشنائی تھامے نکلتا ہے، اس کا مقصود صرف یہ جاننا ہوتا ہے کہ "نبی ﷺ نے فلاں کام کیسے کیا؟ اور آپ نے نماز کیسے پڑھی وغیرہ وغیرہ۔" کہنے لگے: "ایک دفعہ قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اپنے گھر سے باہر تشریف لائے تو طلبائے حدیث دروازے پر کھڑے آپؒ کا انتظار کر رہے تھے، آپؒ نے فرمایا: "اس زمین پر تم سے بہتر کوئی نہیں ہے، تم صبح سویرے صرف اللہ کے رسول ﷺ کی حدیث سننے کے لیے آئے ہو۔"

ابراہیمؒ یہ بھی فرماتے تھے: "آدمی کو جب بھی نبی کریم ﷺ کی سنت کا (خواہ وہ عادت ہی کیوں نہ ہو) علم ہو تو اس کو مضبوطی سے تھام لینا چاہیے۔" اگر کسی وجہ سے مستقل معمول نہ بنا سکے تو کم از کم یہ کوشش کرلے کہ زندگی میں ایک دو مرتبہ اس پر ضرور عمل کرلے ...کیا خبر کہ یہی عمل ہماری نجات کا ذریعہ بن جائے کہ ایک سنت ساتوں زمین و آسماں سے قیمتی ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "میں نے جب بھی کوئی حدیث لکھی تو اس پر ضرور عمل کیا... ایک حدیث میری نظر سے گزری کہ نبی ﷺ نے پچھنا (یعنی حجامہ) لگوایا تو ابو طیبہ رضی اللہ عنہ (جنہوں نے پچھنا لگایا تھا) کو ایک دینار دیا، لہٰذا جب میں نے پچھنا لگوایا تو میں نے بھی اُسے (یعنی پچھنا لگانے والے کو) ایک دینار دیا۔"

خطیب بغدادیؒ کہتے ہیں: "ابراہیم، علم کے امام تھے۔ زہد کے مینار تھے۔ فقہ اور مسائل میں گہری نگاہ رکھتے تھے۔ لاکھوں احادیث کے حافظ تھے، حدیث کی باریکیوں سے بھی خوب واقف تھے۔ ادب اور فصاحت میں ان کا مقابل ملنا مشکل ہے۔ عربی لغت کے انداز و ادا کی خوب پہچان رکھتے تھے اور ان کی ایک قیمتی کتاب غریب الحدیث ہے، اس کے علاوہ اور بھی کئی تصانیف چھوڑیں۔"

ان کے ہم عصر کہتے ہیں: "ہمیں نہیں معلوم کہ بغداد میں ابراہیم حربیؒ جیسا آدمی پیدا ہوا ہو۔ ان کی حدیث اور فقہ میں مہارت، زبان کی فصاحت اور زہد و استغنا سب ہی بے مثال تھا۔" کسی نے دارِ قطنیؒ سے ان کے بارے میں پوچھا تو فرمانے لگے: "ان کو تو علم میں، تقویٰ میں اور زہد میں، سب ہی میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے برابر سمجھا جاتا تھا۔" لیکن ابراہیم حربی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بات انتہائی ناپسند تھی کہ ان کو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے برابر یا ان سے اونچا سمجھا جائے، چناں چہ ان کو معلوم ہوا کہ کچھ لوگ ان کو امام احمدؒ پر فضیلت دیتے ہیں تو ان کے پاس گئے اور ان سے کہنے لگے: "تم لوگوں نے مجھ پر ظلم کیا ہے کہ مجھے ایسے شخص سے برتر بتلایا ہے، میں جس کے برابر بھی کبھی نہیں ہو سکتا ہوں، چہ جائیکہ میں اس سے برتر ہوں۔ اللہ کی قسم! میں تمہیں آج کے بعد کوئی حدیث نہیں سناؤں گا، لہٰذا اب میرے پاس مت آنا۔"

علم میں ان کا بہت اونچا مقام تھا، لیکن زندگی ساری فقر و فاقہ میں اور تنگ دستی میں گزاری۔ فاقوں اور پریشانیوں کے آنے کے باوجود کسی سے سوال کرنا یا اپنی حاجت کا اظہار کرنا تو دور کی بات... ضرورت کے باوجود بڑی بڑی دولتوں کو بھی حقارت سے ٹھکرا دیتے تھے۔ وجہ یہ ہوتی تھی کہ کبھی تو دینے والے کا مال مشکوک ہوتا تھا اور کبھی کسی کے دینے میں تکبر کی بو محسوس ہوتی تھی یا پھر اس کا لینا علم کے وقار کے خلاف ہوتا یا دینے والا بعد میں دنیاوی غرض پوری کروانا چاہتا تھا۔ بہرکیف...!! ان کی زندگی زہد کا اعلیٰ نمونہ تھی، انھوں نے آخرت کو اپنی منزل بنا کر دنیا کے قید خانے میں مسافرانہ زندگی گزار کر اس پُر فتن وادی سے صحیح سالم گزر گئے۔

فرماتے تھے: "میرا کُرتہ انتہائی صاف ستھرا ہے اور میری لونگی انتہائی بوسیدہ ہے، میں نے کبھی یہ نہیں چاہا کہ یہ دونوں ایک جیسے ہوں۔ میرا ایک جوتا صحیح سلامت ہے اور دوسرا پھٹا ہوا ہے، میں اسی میں پورا بغداد گھومتا ہوں، ایک کونے سے دوسرے کونے تک، میں نے کبھی نہیں چاہا کہ یہ دونوں ٹھیک ہوں۔

میں نے زندگی کے تیس (30) سال ایسے گزارے ہیں کہ پورے دن میں دو روٹیاں کھاتا تھا، وہ بھی اگر میری والدہ یا بہن لے کر آگئیں تو کھالیں، ورنہ پھر اگلے دن کھاتا تھا، اس کے بعد تیس (30) سال ایسے گزارے کہ پورے دن رات میں صرف ایک روٹی شام کو کھاتا تھا، وہ بھی اگر میری اہلیہ یا بیٹیوں میں سے کوئی لے آئی تو لے آئی، ورنہ اگلی شام تک بھوکا رہتا ہوں اور اب... میں پورے دن میں آدھی روٹی اور چودہ کھجوریں کھاتا ہوں، پورے رمضان میں میری افطاری کا خرچہ تقریباً ڈیڑھ درہم بنا ہے۔" ایک دفعہ فرمانے لگے: "اِن انواع و اقسام کے کھانوں کو تو ہم جانتے بھی نہیں تھے۔ میں تو بس شام کو کھانا کھالیتا تھا، پھر اگلے دن شام تک کچھ نہ کھاتا تھا۔ کھانے میں میری والدی کسی دن بینگن سیک لیا کرتی تھیں اور کبھی کبھار چند نوالے چربی کے ہوتے تھے یا پھر ایک پیالے میں مولی ہوتی تھی۔" اِس فقر و فاقہ اور تنگ دستی کے باوجود اہلِ حکومت سے کچھ لینا پسند نہیں کیا۔ خلیفۂ وقت معتضد نے ان کے پاس دس ہزار درہم بھیجے تو انھوں نے لینے سے انکار کردیا۔ لانے والا آدمی واپس چلا گیا۔ خلیفہ نے دوبارہ ایک ہزار دینار بھجوائے اور کہلوایا: "آپ اپنے پڑوسیوں وغیرہ میں تقسیم کردیں۔" انھوں نے کہا: "اللہ تمھیں ہدایت دے۔ اس مال کو جمع کرنے میں ہم اپنا وقت ضائع کرنا پسند نہیں کرتے تو اس کو تقسیم کرنے کا کہاں ہمارے پاس وقت ہوگا؟" پھر فرمایا: "جاکر امیر المومنین سے یہ بھی کہہ دینا، اگر ہمیں سکون سے یہاں رہنے دیتے ہیں تو ٹھیک ہے، ورنہ ہم کہیں اور چلے جاتے ہیں۔"

احمد بن سلیمانؒ کہتے ہیں کہ میں ایک دفعہ بہت تنگی محسوس کر رہا تھا۔ میں ابراہیم حربیؒ کے پاس جا پہنچا، تاکہ ان سے اپنے غم کا ذکر کروں۔ انھوں نے کہا: "دل چھوٹا مت کرو...!! ہر تکلیف کے بعد اللہ کی مدد ہے۔" پھر فرمایا: "ایک دفعہ مجھے بھی شدید تنگی لاحق ہوئی تھی، یہاں تک کہ میرے بال بچوں کے لیے راشن تک ختم ہوگیا تھا۔ میری اہلیہ نے کہا: چلو میں اور آپ تو صبر کرلیں گے، ان چھوٹی چھوٹی دونوں بچیوں کا کیا کریں گے... ؟ آپ اپنی کچھ کتابیں دے دیں، اسے بیچ کر یا گروی رکھوا کر کچھ راشن خرید لیتے ہیں۔" ابراہیم حربیؒ کہتے ہیں: "کتابیں دینے کے لیے میرا دل نہیں مان رہا تھا، میں نے اپنی اہلیہ سے کہا: مجھے ایک دن کی مہلت دے دو... آج کسی سے قرضہ لے لو، کل اگر انتظام نہ ہوا تو میں یہ کتابیں بیچ دوں گا۔ گھر کے کونے میں دروازے کے ساتھ میری چھوٹی سی بیٹھک تھی، جہاں میری کتابیں بھی تھیں اور وہاں بیٹھ کر میں لکھنے پڑھنے کا کام بھی کرتا تھا۔ اس رات میں وہیں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک دروازے پر دستک ہوئی۔ میں نے کہا: کون؟ جواب آیا: ایک پڑوسی ہوں۔ میں نے کہا: اندر آجاؤ! باہر سے آواز آئی: پہلے چراغ بجھاؤ، پھر آوں گا۔ میں نے چراغ کی روشنی بالکل مدھم کردی، وہ اندر آیا اور میرے پاس کچھ رکھ کر چلا گیا۔ میں نے چراغ جلا کر دیکھا تو ایک قیمتی رومال میں مختلف انواع و اقسام کے کھانے اور ایک لفافے میں پانچ سو (500) درہم تھے۔ میں نے اہلیہ کو بلایا اور کہا: بچوں کو جگاؤ اور کھانا کھلاؤ... پھر اگلے دن ہم نے اس رقم سے قرضہ چکایا۔"

ابراہیم حربیؒ کا ایک بیٹا تھا، جس کا نام اسحاق تھا۔ چھوٹی ہی عمر میں اس نے قرآن بھی حفظ کر لیا تھا اور ابراہیمؒ نے خود اسے فقہ، حدیث اور دیگر علوم پڑھائے تھے، اس طرح دینی علوم کا بھی کافی حصہ پڑھ چکا تھا۔ گیارہ (11) سال کی عمر میں اس کا انتقال ہوگیا۔ محمد بن خلف کہتے ہیں: "میں تعزیت کے لیے ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ کہنے لگے: "میری یہ چاہت تھی کہ اللہ تعالیٰ اُس کو اپنے پاس بلالیں...!"

یہ سن کر میری حیرت کی انتہا نہ رہی۔ میں نے گھبراتے ہوئے پوچھا: "ابو اسحاق! آپ پوری دنیا کے عالم اور شیخ ہیں... آپ ایسی باتیں کر رہے ہیں؟؟ وہ بھی ایسے بچے کے بارے میں، جس کو آپ نے قرآن و حدیث پڑھایا اور زندگی کے آداب سکھائے...؟؟" فرمانے لگے: "ہاں... اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ قیامت قائم ہوچکی ہے اور چھوٹے چھوٹے بچوں کے ہاتھوں میں پانی کے مٹکے ہیں، وہ آنے والوں کو پانی پلا رہے ہیں اور اِس دن گرمی اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔" میں نے پوچھا: "تم لوگ کون ہو؟" کہنے لگے: "ہم وہ بچے ہیں، جو چھوٹی عمر میں انتقال کرکے اپنے ماں باپ کو دنیا میں چھوڑ آئے تھے۔ آج ہم ان کا استقبال کر رہے ہیں اور ان کو پانی پلا رہے ہیں۔" یہ خواب سنا کر ابراہیم حربیؒ نے فرمایا: "اس لیے میری تمنا تھی کہ میرا بیٹا بھی اللہ کے پاس چلا جائے۔"

حضرت ابراہیم حربی رحمۃ اللہ علیہ مرض الوفات میں تھے تو بیٹی شکایت کرنے لگی: "پہلے تو روٹی اور نمک پر گزارا ہوتا تھا اور اب تو کبھی کبھار وہ بھی میسر نہیں آتا اور پھر ابا جان کسی کا ہدیہ بھی قبول نہیں کرتے۔" ابراہیم حربیؒ تسلی دینے لگے اور کہنے لگے: "بیٹی...! یہاں کونے میں بارہ ہزار علمی رسالے (کتابیں اور کتابچے) ہیں، جنھیں میں نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہے۔ روزانہ ایک درہم میں ایک رسالہ بیچ دینا۔ بارہ ہزار جس کے پاس ہوں، وہ فقیر نہیں!" 23 ذی الحجہ 285ھ کو ان کا انتقال ہوا۔ قاضی یوسف نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ یہ تاریخی جنازہ تھا۔ بہت کم کسی جنازے میں اتنا ہجوم دیکھا گیا تھا، جتنا ان کے جنازے میں تھا۔ آپؒ بغداد کے قبرستان میں دفن ہوئے۔ آپؒ کی قبر آج بھی مشہور ہے۔ اللہ پاک! ابراہیم حربی رحمۃ اللہ علیہ پر رحم فرمائے اور ان پر اپنی کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے، انھوں نے آخرت کو مقصود بنایا اور دنیا میں روکھی سوکھی کھا کر گزارا کرگئے، لیکن آخرت میں ہمیشہ کے لیے قابلِ رشک مقام پالیا۔

ہم ایسے رہے یا کہ ویسے رہے، وہاں دیکھنا ہے کہ ہم کیسے رہے
حیاتِ دوروزہ کا کیا عیش و غم؟ مسافر رہے، جیسے تیسے رہے

اللہ رب العزت! ہمیں بھی ان کی (اور دیگر اسلاف کی) طرح آخرت کو مقصود بنا کر زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

# خدا جب دل سے غائب ہو

ابوعاتکہ توحید

باہر کی دنیا کی طرح انسان کے جسم میں بھی ایک جہاں آباد ہے، جس کی زمامِ حکومت ابتدائے آفرینش سے "دل" کے ہاتھ میں ہے۔ جسم کے ظاہری اعضا: آنکھ، ناک، کان، زبان اور ہاتھ، پاؤں وغیرہ سب دل کے تابعِ فرمان اور اسی کی منشا کے خوشہ چیں ہیں۔ آنکھوں کی جھپک، کانوں کی سماعت، زبان کے بول اور ہاتھ، پاؤں کی حرکت۔۔۔ سب کے اختیارات کی ڈوریں دل کے ہاتھ میں ہیں، وہ جب اور جیسے چاہتا ہے، ان ڈوروں کو ہلاتا اور انھیں اپنی ماتحتی کا احساس دلاتا رہتا ہے۔ اگر دل کی دنیا سکون کی دولت سے آباد ہے، تب تو پورا جسم ہی اطمینان و آسودگی کی علامت بن جاتا ہے، جہاں راوی ہمیشہ چین کی بانسری بجاتا اور امن کی فاختائیں اُڑاتا ہے۔۔۔ ایسے دل کی چوکھٹ پر دنیا و آخرت کی عزتیں ہمیشہ سجدہ ریز ہوتی ہے، جبکہ نہ ختم ہونے والی شہرت اسے اپنی خوابوں کا شہزادہ بنالیتی ہے۔

جس انسان کے سینے میں ایسا زندہ دل دھڑک رہا ہو، وہ خواہ کئی ایکڑوں کے رقبے پر پھیلے ہوئے کسی محل نما بنگلے میں رہتا ہو یا کوئی لُٹی پھٹی جھونپڑی اس کی کُل کائنات ہو، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ اقتدار کی کرسی پر براجمان ہو کر اُمورِ سلطنت سرانجام دے رہا ہو یا فقر و فاقہ کے اندھے غاروں میں لُڑھک کر غربت و ناداری اس کے گلے کا ہار بن گئی ہو، برابر ہے کہ وہ شہرت کے بامِ عروج پر پہنچ کر ہر عام و خاص کے لیے قابلِ رشک اور لائقِ تقلید بن گیا ہو یا پھر گمنامی کی اندھیر نگریوں میں بھٹک کر حرفِ غلط کی طرح مِٹی ہوئی زندگی گزار رہا ہو۔۔۔ بہر حال! ایسا انسان اس کائنات کا کام یاب ترین انسان ہے کہ سکون و قرار سے بھرپور دل اس کے سینے میں دھڑک رہا ہے۔ ایسے شخص کو عارضی پریشانیوں کے کانٹیں بھی گل زار نظر آتے ہیں، اس کی نظر میں حالات کی تاریکیاں بھی دن کے اُجالوں کا سماں پیش کرتی ہیں، وہ پیش آمدہ مصائب کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے محبت بھری چٹکی سمجھتا، خندہ پیشانی سے اس کا استقبال کرتا اور یُوں وہ مزید اللہ کے قریب ہو جاتا ہے اور ایسا کیوں نہ ہو! دل جو اس کا زندگی سے معمور اور افسُردگی سے دُور ہے!!!

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کائنات میں ایسا بازار کہاں لگتا ہے، جہاں ایسا دل دست یاب ہو؟ جواباً عرض ہے کہ کائنات کی وسعتوں میں ایسی کوئی دکان اللہ تعالیٰ نے نہیں بنائی، جہاں سے ایسا دل خریدا جاسکے، دولت، شہرت، عزت، عہدہ و منصب ۔۔۔ سب اس سلسلے میں مچھر کے پَر کے برابر بھی قیمت نہیں رکھتے، بلکہ ہر انسان کو خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے ودیعت کردہ دل کو اس قابل بنانا ہوگا جو اس کی زندگی کی ویرانیوں کو سکون و اطمینان کی فرحت بخش ہواؤں سے آباد کرسکے، جو اس کے شب و روز کے خاموش دریا میں خوشیوں کی لہریں اٹھا کر ساحلِ زندگی کی طرف اُچھال سکے۔

محترم قارئین! ایسا دل بنانا ہر بے بس انسان کے بس میں ہے، یُوں کہ وہ اس دل سے ماسوائے اللہ کے سب بتوں کو نکال کر اس میں صرف اُس ذات کو بسادے جس نے اسے بنایا ہے اور بس! پھر دیکھیں! زندگی کتنی پُرکیف معلوم ہوتی ہے!!!

کیا مِرے اِک دل کو خوش کرنے پہ وہ قادر نہیں؟
ایک کُن سے دو جہاں کو جس نے پیدا کر دیا
سب کے سب باہر ہوئے: وہم و خِرَد، ہوش و تمیز
خانۂ دل میں تم آؤ! ہم نے پردا کر دیا

اور اگر یہ تدبیر اختیار نہیں کی گئی تو پھر اس دردِ لا دوا کا کوئی علاج نہیں، پھر زندگی کا چمن یونہی خزاں کی بے تاب بجلیوں کی زَد میں رہے گا، اس کے صحن میں بے سکونی کی خاک اُڑتی رہے گی اور انسانیت یونہی ڈپریشن، ٹینشن اور افسردگی کے انگاروں پہ لَوٹتی رہے گی۔ مادہ پرستی کے اس تاریک دور میں کوئی ہے اس پیغام پر کان دھرنے والا؟؟؟

حضورِ قلب اگر حاصل نہیں تجھ کو تعجب کیا؟
خدا جب دل سے غائب ہو تو دل حاضر نہیں ہوتا

عسکریت کی لازوال داستان، جرأت وبہادری، ہمت وحوصلہ، ایثار وقربانی کا وہ عظیم کارنامہ جس کو پاکستانی قوم کبھی نہ بھلا سکے گی، وہ 6 ستمبر کا دن تھا، جس دن پوری پاکستانی قوم ایک ملت بن کر اللہ پر توکل کر کے اپنے سے دس گنا طاقت ور دشمن کے سامنے سیسہ پلائی دیوار بن کر ڈٹ گئی اور ایسی جارحانہ کاروائیاں کیں کہ دشمن کے دانت کھٹے کر دیے۔ یہ سب اللہ کے فضل اور مسلمان قوم کی اپنے رب سے والہانہ محبت کا نتیجہ تھا، کیوں کہ مسلمان ہمیشہ مشکل وقت میں اپنے رب کو یاد کرتا ہے اور اسی کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

پاک فوج کے سپوت میجر عزیز بھٹی شہید کی جرأت مندانہ اور حوصلہ افزا کاروائیوں نے دشمن کو سرپٹ بھاگنے پر مجبور کر دیا، وہ دشمن جو صبح کا ناشتہ لاہور کے جم خانے میں کرنے کا خواہاں تھا، میجر عزیز بھٹی شہید نے وہ ناشتہ بدترین شکست کی صورت میں دشمن کو پیش کیا۔ ایم ایم عالم جیسے غازی جنہوں نے خلاؤں میں اپنی صلاحیت کا وہ جوہر دکھایا جو شاید اللہ نے پاک فوج کو ہی عطا کیا تھا، ایک منٹ کے اندر دشمن کے پانچ جہاز مار گرائے جو اللہ کی جانب سے ایک ایسا ریکارڈ ہے، جس تک پہنچنا شاید قیامت تک کسی کے لیے ممکن نہ ہو اور غازی جیسی واحد آبدوز (پی این ایس غازی) نے دوارکا جو ہندوستان کا ساحلی مستقر تھا، صرف 20 منٹ کے بارودی حملے سے تباہ کر ڈالا اور ہندوستانی فلیٹ بندرگاہ سے باہر آنے کی جرأت تک نہ کر سکا۔

صرف فوج ہی نہیں ملک کا ہر شہری چاہے وہ مزدور تھا یا آفسر، لیڈر تھا یا عوام سب یک جان ہو کر اپنے پیارے وطن کو ناپاک عزائم سے بچانے کے لیے سر بستہ اور فوج کے شانہ بشانہ کھڑے ہو کر اپنے ملک سے وفاداری کا ثبوت دیتے نظر آئے۔ چونڈہ کے سیکٹر پر تو پاکستانی فوج نے وہ مثال قائم کر دی کہ دنیا میں اس جیسی مثال نہ کبھی دیکھنے میں آئی اور نہ آئے گی۔ ہندوستانی ٹینکوں کے سامنے اپنے جسموں پر بم باندھ کر لیٹ گئے اور ہندوستانی فوج سمیت ٹینکوں کا قبرستان بنا دیا۔ یہ ایک ایسا کارنامہ ہے جو ان شاء اللہ ہر 6 ستمبر کے موقع پر دشمن کو یاد دلاتا رہے گا۔

یہ صرف پاک بھارت جنگ نہیں تھی، بلکہ یہ کفر واسلام کے مابین ایک عظیم معرکہ تھا جو اللہ کے فضل سے کامیابی کی صورت میں مسلمانوں کے لیے نعمتِ عظمیٰ سے کم نہیں ہے، اس لیے کہ مسلمان ہمیشہ اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہوئے میدانِ جنگ میں اترتا ہے، جبکہ کافر اپنی شمشیر پر تکیہ کرتا ہے۔

بقول شاعر

کافر ہے تو شمشیر پر کرتا ہے بھروسہ
مؤمن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا کہ "کسی کالے کو گورے پر اور کسی امیر کو غریب پر کوئی فوقیت حاصل نہیں ہے۔ سب انسان ایک آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔" وہ نقشہ اس جنگ میں صاف ظاہر تھا۔ مسلمانوں کے جذبے نے اس دن وہ مثال قائم کر دکھائی جو آج سے 1400 سال پہلے صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کی قیادت میں ہجرتِ مدینہ کے موقع پر قائم کی تھی۔

اے قوم کے رکھوالو! اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو، وہ دلوں کے بھید جاننے والا ہے، جس جذبے کا مظاہرہ پاکستانی قوم نے 1965 کے موقع پر کیا، اگر آج بھی اسی جذبے کو لے کر اٹھے تو کوئی شک نہیں اور کوئی بعید نہیں کہ دنیا کے نقشے پر اسلام کا جھنڈا لہراتا نظر آئے گا۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ ہمیں پھر سے متحد ہونا ہے۔ زبان، رنگ ونسل، ذات پات سے بالاتر ہو کر اپنی صفوں میں اتحاد واتفاق قائم کرنا ہے اور اپنی آنے والی نئی نسل کو اس بات پر لانا ہے کہ ہم سب مل کر اپنی سرزمین کو امن کا گہوارہ اور جنتِ نظیر کا گوشہ بنائیں، جس کا کوئی ثانی نہ ہو اور آپس میں اتحاد ومحبت کا نہ ختم ہونے والا ایسا سلسلہ قائم کریں کہ ہماری یک جہتی کی طاقت کو دیکھتے ہوئے کوئی دشمن ہم پر غلط نگاہ ڈالنے کی جرأت نہ کر سکے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے ملک سے والہانہ محبت کرنے والا بنائے اور ہمارے ملکِ پاکستان کو نہ ختم ہونے والی ابدی خوشیاں نصیب فرمائے اور ترقیوں سے مالامال فرمائے۔ آمین

# مؤمن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

طارق محمود

# نالائقی

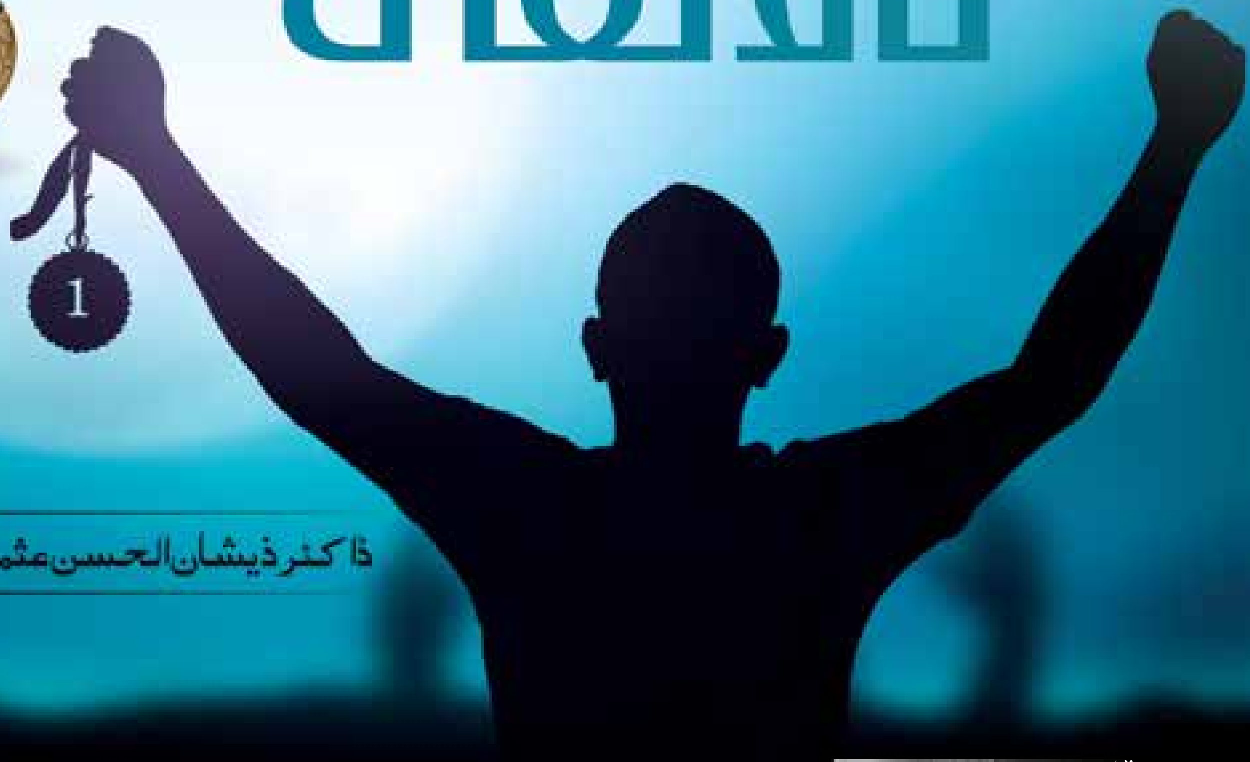

ڈاکٹر ذیشان الحسن عثمانی

سر ! میرے میں کوئی موٹی ویشن ہی نہیں ہے ،کام کیا کروں۔

یہ سوال آج فیس بک پر ملا۔ ہر شخص موٹی ویشن ، کوئی تحریک ، کوئی ترغیب چاہتا ہے جو اسے کسی کام کرنے پر اکسا سکے۔

بلامبالغہ ہزاروں ٹریزز ،کتابیں اور وڈیوز اس موٹی ویشن کی اہمیت و منزلت کو اجا گر کرنے پر آچکی ہیں مگر یہ ہے کہ روز بروز گھٹتی ہی چلی جاتی ہے۔

آپ کسی ''زندگی کو تبدیل کر دینے والی ''ٹریننگ پر جاتے ہیں مگر کچھ ہی دنوں بعد موٹی ویشن پھر سے زیرو۔

سب سے پہلی بات تو یہ سمجھنی چاہئے کہ یہ وہ جذبہ ' وہ مادہ ہے جو اندر سے پھوٹتا ہے ' باہر سے مستعار لے کر آپ کام نہیں چلا سکتے۔

آج تک کوئی کنواں دیکھا ہے جس میں پانی باہر سے ڈالا جاتا ہو ؟ میں آپ کو اس کنویں کا ڈھکن کھولنے کا طریقہ بتا سکتا ہوں۔ کسی ٹریننگ اور ورکشاپ کی ضرورت نہیں۔

صرف اپنے آپ پر غور کریں ' اپنا محاسبہ کریں 'نیک لوگوں کی صحبت میں بیٹھیں اور اپنی فیلڈ کے بہترین لوگوں سے ملیں '

آپ کو بہت جلد اس بات کا یقین ہو جائے گا کہ آپ '' نالائق ''ہیں ' اور یقین جانئے نالائقی سے بڑی موٹی ویشن اور کوئی ہے نہیں۔

جب آدمی دیکھتا ہے کہ دنیا کہاں سے کہاں چلی گئی اور میں کہاں کھڑا ہوں تو وہ محنت کرتا ہی ہے۔

آپ دنیا کا کوئی کام ' کوئی فیلڈ اٹھالیں ،آپ کو اس میں اپنے سے اچھا بندہ مل جائے گا۔ بس اسے پکڑ لیں اور ویسے بننے میں لگ جائیں۔

موٹی ویشن بھلے جا کر کہیں ہو جائے ،آپ تو بس کام کرتے رہیں۔

اس بات کا پتہ کیسے لگے گا کہ آپ کو صحیح بندہ مل گیا ہے جسے فالو کیا جا سکے ؟

جہاں جا کر نفس کو چوٹ لگے اور اپنی کم علمی و بے مائیگی کا احساس ہو ' بس یہیں سے شروع کریں ' یہ پہلی سیڑھی ہے۔

خوب سوال کریں۔ صحیح سوال کی تخلیق اور جواب کی تمنا ہی تو علم ہے

اور سوال تو پیدا ہی بے چارگی میں ہوتا ہے ' جب بندے کو کوئی راہ سجھائی نہ دے تو وہ پوچھتا ہی ہے۔ من گھڑت سوالات اور کہانیاں تو اکثر مکّاری ہی ہوتے ہیں۔

نیک لوگوں سے ملنے کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی گناہ گار ہو جاتا ہے۔

ان سے مل کے پتہ لگتا ہے کہ کون کون سے گناہ تھے جنہیں وہ آج تک گناہ سمجھتا ہی نہ تھا۔

تنہائیوں کو پاک کریں ' تنہائیوں کی پاکیزگی زبان میں اثر لاتی ہے۔ اللہ کی معرفت حرام ہے اس شخص پر جس کی تنہائیاں پاک نہ ہوں۔

حدیث پاک میں آیا ہے کہ جس نے اللہ کو یاد کیا اور تنہائی میں اس کے آنسو نکلیں اللہ کو قسم ہے کہ وہ ان آنسوؤں اور جہنم کی آگ کو جمع نہیں کرے گا۔

یہ تنہائیاں آپ کو آپ کی نالائقیوں کا خوب پتہ دیتی ہیں۔ کام تو دور کی بات ہمیں تو دعا مانگنی تک نہ آئی۔

ہم نے (نعوذ باللہ) اللہ کو رزق اور مغفرت تک محدود کر کے رکھ دیا ہے' یا گناہ بخشوا لیں یا رزق میں اضافہ کروا لیں۔

کون ہے جو دعا مانگتا ہو کہ اللہ کی معرفت ملے' محبت ملے' غیر اللہ کی محبت دل سے نکلے' نماز اولادوں میں جاری رہے' بیوی نیک و تہجد گزار بنے۔

ہم ایسے نالائق کہ مانگنا تک نہیں آتا۔ جاہل کو اگر اپنے جہل کا پتہ ہو تو یہ بھی ایک علم ہے' ہم میں یہ بھی نہیں۔

اس نالائقی سے نکلنے کا آسان ترین راستہ یہ ہے کہ دین و دنیا میں کوئی ایک ایک چیز پکڑ لیں مثلاً آپ کہیں کہ میں اپنی نماز ٹھیک کروں گا اور انگریزی سیکھوں گا۔

اب دنیا ایک طرف اور آپ کی لگن ایک طرف۔ جب یہ کام ہو جائے تو ایک ایک اور پکڑ لیں

مثلاً قرآن سیکھوں گا اور کمپیوٹر پروگرامنگ۔ اب لگے رہیں سالوں سال' کون منع کرتا ہے۔

یاد رکھنے کی بات ہے کہ قابلیت سالوں میں آتی ہے' بڑی محنت کرنی پڑتی ہے۔

آیئے! قابل بننے کے لئے سب سے بڑی موٹی ویشن ''نالائق'' کا سہارا لیتے ہیں۔

جب بندہ ہمت کرے تو اللہ تقدیر بدل دیتا ہے اور توفیق بھی ہمیشہ ہمت والوں کو ہی ملتی ہے۔

اللہ کے نبی ﷺ نے حضرت معاذؓ کو نصیحت کی تھی کہ ہمیشہ اللہ کا خیال رکھنا' اسے ہمیشہ اپنے ساتھ پاؤ گے۔

یاد رکھیں! گناہ کی لذت چند منٹوں کی ہوتی ہے' اللہ کی ناراضی قائم رہتی ہے۔ آیئے! اس ناراضی کو اپنی محنت سے بدلنے کی کوشش کرتے ہیں۔

## بقیہ
# بچوں کے نام
## یہاں بھی فیشن

عربی زبان میں ایک نام ہے جو غلط مشہور ہو گیا۔ شُرَحبِیل' یہ صحیح لفظ ہے جب کہ لوگ شَرجِبِیل کے تلفظ کے ساتھ اپنے بچے کا نام رکھ دیتے ہیں۔ ایسے ہی ماشاء۔ انزلنا اور سلوی وغیرہ بھی ہیں۔ یہاں کچھ اور نام ذکر کیے جاتے ہیں جنھیں سمجھ لینا ضروری ہے۔ عزیز اللہ تعالیٰ کا نام ہے' یہ نام اکیلا رکھنا درست نہیں' البتہ عبدالعزیز رکھا جا سکتا ہے۔ حباب' یہ شیطان کا نام ہے۔ اسی طرح خالی ''شہاب'' نام رکھنا درست نہیں کیوں کہ شہاب آگ کا وہ شعلہ ہے جو فرشتے شیطانوں کو مارتے ہیں' البتہ شہاب الدین رکھنا درست ہے۔ اسی طرح بچی کا نام ''وریشہ'' غلط ہے' جیسا کہ بعض مسلمانوں نے قرآن مجید کے ایک لفظ ''وَرِیْشًا'' سے اخذ کیا۔

بلاشبہ نام کا بچے پر اثر ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں خوب غور و فکر سے کام لینا چاہیے۔ حدیث شریف کے مطابق: ''آدمی اپنے بچے کو پہلا تحفہ نام کا دیتا ہے' اس لیے چاہیے کہ اس کا اچھا نام رکھے۔'' ایک دوسری حدیث شریف میں آیا ہے: ''اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ ناموں میں عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہے۔'' قرون اولیٰ کی پاکیزہ ہستیوں کے مبارک ناموں کا استعمال کیا جائے۔ جن میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین' تابعین' تبع تابعین قابل ذکر ہیں۔ کتنے ہی انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے نام جو ہمارے ہاں نہیں رکھے جاتے یا بہت کم ہیں۔ جیسے الیاس' زکریا' نوح' صالح' موسیٰ' عیسیٰ۔ ہمیں اس طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اور سب سے اہم اسماء الحسنیٰ میں بیسیوں ایسے نام ہیں جو ہمارے ہاں بہت کم رکھے جاتے ہیں' اسی طرح اسماء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی۔ قرآن مجید کھول کر دونوں قسم کے ناموں کو بآسانی ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ نام رکھنے کے سلسلے میں ان کتب سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ لیکن ضروری ہے کہ اہلِ علم سے رہنمائی بھی لی جائے۔

1۔ اسلامی نام (مولانا محمد ہارون معاویہ)۔ 2۔ راہنمائے اسلامی نام (مولانا مفتی عبدالشکور قاسمی)

یہاں نام رکھنے کے اعتبار سے کچھ غیر معروف صحابہ کرام و صحابیاتؓ کے مبارک نام ذکر کیے جاتے ہیں۔ بلاشبہ یہ اسمائے گرامی سببِ محبت اور باعثِ برکت ہیں۔

**بچوں کے لیے:**
أَنْجَشَه۔ أُكَيْمَه۔ أُشَيْم۔ بَدْر۔ جَرِير۔ خَلَاد۔ حَمَّاس۔ رُكَانَه۔ نَوَّاس۔
سَمَّاك۔ شَدَّاد۔ شَيْبَان۔ فَاتِك۔ قُدَامَه۔ مَسْتُور۔ مُدْرِك۔ مَنْهَال۔ مِقْدَام۔
وَرْدَان۔ يَمَان۔ يَسَار۔ مُبَارَك۔ باذان۔ ثَابِت۔ سُلَيْك۔ نُمَيْر۔ رَزِيْن۔

**بچیوں کے لیے:**
تَمِيْمَه۔ جُمَانَه۔ عَطِيَّه۔ فَرْوَه۔ قَسَامَه۔ أُنَيْسَه۔ حَمَامَه۔
جُمَانَه۔ بَرِيْقَه۔ رَمْلَه۔ سُلافه۔ سلامه۔ سَفانه۔ لَبِيْنَه۔

# بچوں کے نام
## یہاں بھی فیشن

محمد زبیر فرید

اسلامی معاشرے میں نام رکھنے کی اہمیت مسلمہ ہے۔ یہ نہ صرف بچے کی شناخت کا ایک ذریعہ ہے بلکہ اس کی شخصیت پر خاصا اثر ڈالتا ہے۔ کچھ عرصے سے دیکھنے میں آرہا ہے کہ دور جدید کی نت نئی ایجادات کی طرح ہمارے ہاں نام رکھنے میں بھی جدت سے کام لیا جانے لگا ہے۔ چناں چہ اب نام بھی فیشن کی نذر ہوتے جارہے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ ایک دَم نیا نام چاہیے۔

کچھ وقت پہلے تو ہمارے ہاں نام بھی قابل تحمل اور برداشت تھے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اب وہ نام نہیں رکھے جاتے جو گزشتہ دہائیوں میں رکھے جاتے تھے نبی بخش' پیر بخش' اللہ داد وغیرہ۔ "نئے نام" کے عنوان سے ایسے عجیب وغریب نام سننے میں آتے ہیں کہ سر دھننے کو دل چاہے۔ بتایئے تو بھلا' یہ بھی کوئی نام ہیں؟ ارزنگ' ازمائرہ' راج کماری (بروزن دودھ دلاری)' نہالش (بروزن مالش)۔ ایسے ہی مسکان' رباب' کنزل' علیزہ' ازلفہ' وغیرہ۔

میں ایک مرتبہ بس کے سفر پر تھا' راستے میں ایک بورڈ پر نظر پڑی جس پر لکھا تھا" تحریم الشفاء کلینک"۔ پہلی نظر میں تو تعجب ہوا۔ سمجھ نہ آیا کہ لکھنے والے پر ترس کھایا جائے یا ہنسا جائے یا پھر اس کی عقل پہ ماتم کیا جائے۔ کیوں کہ اس کا مطلب بنتا ہے" شفا یعنی صحت یابی سے محرومی"۔ یعنی جو یہاں آئے گا' اس کا صحت یاب ہونا ناممکن' حرام اور محال ہے۔ (جب بات چل ہی نکلی تو مجھے بھی ایک اضافہ کر دینا چاہیے۔ میں دارالعلوم کراچی میں سات سال پڑھا ہوں۔ وہاں کے ایریا مارکیٹ میں سالہا سال دیواروں پر جگہ جگہ ایک کلینک کا نام" نامولود کلینک" دیکھنے کو ملا' جس کا مطلب ہے کہ یہاں جو نیا جوڑا آئے گا' اس کی اولاد نہیں ہوگی' حالاں کہ شاید وہ" نومولود کلینک" لکھنا چاہ رہا ہوگا' جس کا مطلب ہے" نئے پیدا ہونے والے بچوں کا کلینک" از مدیر)

قرآنی نام رکھنا ایک اچھا عمل ہے' لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ قرآن میں جو لفظ آئے' وہ نام رکھ لیا جائے۔ قرآن میں تو شیطان' ابولہب' فرعون اور قارون کا نام بھی ہے۔ ایک دوست نے اپنی بھانجی کا نام بتایا۔" من تشاء" چوں کہ" قرآنی" نام ہے' اس لیے انھوں نے مطلب جاننا گوارا نہ کیا۔ حالاں کہ یہ کوئی نام نہیں ہے' اس کا مطلب ہے' جیسے آپ چاہو'۔ بعض کے ذہنوں میں نجانے کیا خبط سوار ہوتا ہے کہتے ہیں کہ ایسا نام ہو جو ہمارے یا بچے کے ستارے سے موافقت رکھتا ہو۔ کچھ کا کہنا ہے کہ نام ایسا ہو جو کسی کا نہ ہو۔ حیرت ہوتی ہے جب پڑھے لکھے لوگ بھی کہتے ہیں نیا نام چاہیے۔

ایک رشتے دار کے ہاں بچی کی پیدائش ہوئی۔ دو تین ہفتے بعد اس سے پوچھا کہ بیٹی کا نام کیا رکھا تو بیچارے باپ کو اپنی بچی کا نام ہی یاد نہیں۔ کہنے لگا: "ذرا مشکل سا نام ہے' وہ سسرال والوں کو معلوم ہے۔" اس معاملے میں یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ اچھے خاصے پڑھے لکھے لوگ بھی خواتین کے آگے بے بس ہو جاتے ہیں۔ آپ لاکھ جتن کر لیں مگر نام کے سلسلے میں آپ کو شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑے گا اور بالآخر پسپائی اختیار کرنی پڑے گی۔

کبھی کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ دو خاندان کسی نام پر متفق نہیں ہو پاتے تو دو نام رکھ لیتے ہیں' ننھیال والے اپنے پسندیدہ نام سے بچے کو پکارتے ہیں جبکہ ددھیال والے اپنے منتخب کردہ نام سے۔ پھر بچہ کچھ بڑا ہو کر کہتا ہے میرے دو' تین نام ہیں۔

دیکھنے میں آتا ہے کہ لوگ انٹرنیٹ کی مدد لے کر نئے ناموں کے چکر میں پڑ جاتے ہیں۔ وہاں نجانے کتنی ہی زبانوں کے عجیب وغریب نام دستیاب ہوتے ہیں۔ راقم سمجھتا ہے فیشن کے چکر میں ایسے نام مختلف زبانوں کو ملا کر گھڑے جاتے ہیں۔ نام کے سلسلے میں بعض لوگ قافیے ملانے پر زور لگاتے ہیں' بعض کی تمنا ہوتی ہے کہ شروع اس لفظ سے ہوتا ہو یا آخر میں اس طرح ختم ہوتا ہو۔ بعض ناموں کا مطلب ایسا بے ڈھنگا بنتا ہے کہ بس! نہ پوچھیں۔ جیسے شاہ ویز وغیرہ۔ پتا نہیں لوگوں سے کون کہتا ہے کہ اتنے بے تکے الفاظوں کو اپنے پیارے بچوں کے نام کے طور پر منتخب کریں۔ بعض اوقات معلوم ہوتا ہے کہ نام رکھنے والوں کو مطلب سے غرض نہیں بل کہ مطلب کی چنداں پرواہ نہیں ہوتی۔

افسوس اس وقت ہوتا ہے جب پڑھے لکھے طبقہ سے تعلق رکھنے والے لوگ بھی ایسے موقع پر انٹرنیٹ کا استعمال کر کے عجیب وغریب نام تلاش کرلاتے ہیں اور پھر اہل علم کے پیچھے پڑ جاتے ہیں کہ اس کا مطلب بتائیں۔ نیٹ کے استعمال سے بدقسمتی سے نام رکھنے میں بھی انگریزی رجحان دیکھنے میں آیا' جب معلوم ہوا کہ ہمارے ہاں" مونا" بھی ہے اور" لیزا" بھی' اس کے علاوہ" علشبہ" نام بھی رکھا جانے لگا ہے۔ عربی زبان میں ایک نام ہے جو غلط مشہور ہو گیا۔

(بقیہ ص 17 پر)

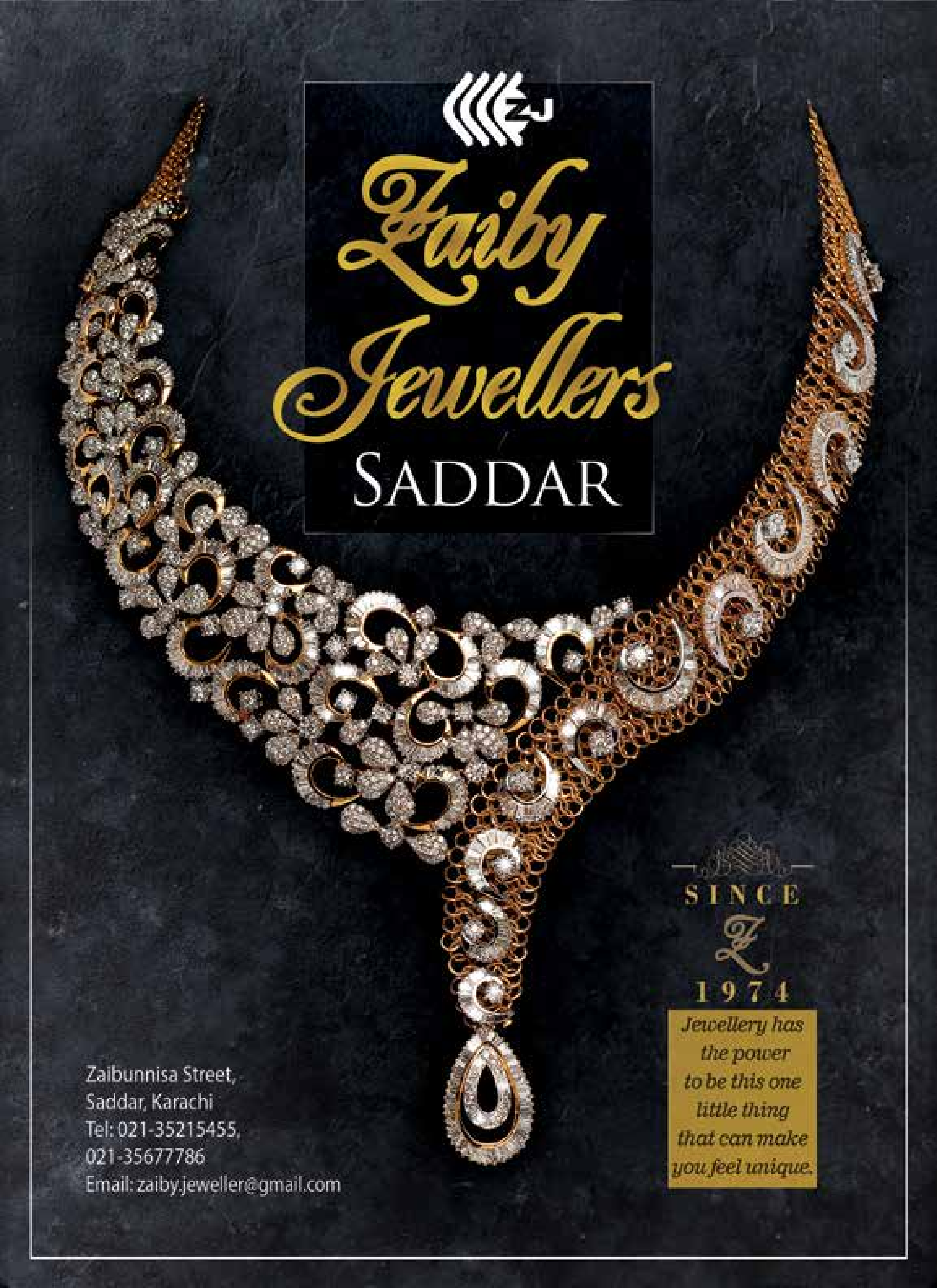
Zaiby
Jewellers
SADDAR
SINCE
1974
Jewellery has the power to be this one little thing that can make you feel unique.
Zaibunnisa Street,
Saddar, Karachi
Tel: 021-35215455,
021-35677786
Email: zaiby.jeweller@gmail.com

# مسائل پوچھیں اور سیکھیں

مفتی محمد توحید

## دس محرم الحرام کے احکام

**سوال:** نواسۂ رسول ﷺ، حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت سے قبل عرب میں محرّم کی دسویں تاریخ کو کیا مروّجہ رسوم ادا ہوتی تھی؟

**جواب:** واضح رہے کہ یومِ عاشورا (دس محرّم الحرام) اسلام سے پہلے بھی ایک محترم اور معظّم دن تھا، یہود اس کی تعظیم کرتے اور اس دن روزہ رکھتے تھے، نیز خانہ کعبہ کو اس روز غلاف پہنایا جاتا تھا۔ حدیث شریف میں نبی کریم ﷺ نے اس دن کے متعلق فرمایا ہے کہ اسی روز حضرت آدم علیہ السلام جنت میں داخل کیے گئے اور اسی دن جنت سے دنیا میں بھیجے گئے اور اسی دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے نجات ہوئی۔ غرض یہ کہ یہ دن پہلے سے ایک فضیلت واحترام کا دن ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس دن روزہ رکھا اور مسلمانوں کو روزہ رکھنے کی ترغیب دی، نیز اپنے اہل وعیال پر رزق، یعنی کھانے پینے کی اس روز فراخی کرنا مسنون ہے۔

## نبی کریم ﷺ کی شفاعت کس کے لیے؟ اور حصول کا طریقہ

**سوال:** ہم علمائے کرام سے سنتے رہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ساری امت کی شفاعت کا ذمہ لیا ہے۔ بے شک یہ صحیح ہے، لیکن یہ شفاعت کن لوگوں کے حق میں ہوگی اور کس حد تک ہوگی؟ اس کی تفصیل کبھی سننے کو نہیں ملی، جس کی وجہ سے یہ خیال ذہن میں گھومتا رہتا ہے کہ پھر تو کسی بھی مسلمان کو نیک عمل کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے، کیوں کہ ہمارے پیارے نبی ﷺ نے ہماری شفاعت کا ذمہ لیا ہے! میرے خیال میں یہی وہ عقیدہ ہے جس کی آڑ میں آج کے مسلمان نے نیک اعمال کو خیر باد کہہ دیا ہے کہ ہم جیسے بھی ہیں، جتنے بھی گناہ گار سہی! ہیں تو امت میں، ہماری شفاعت تو یقینی ہے، پھر عمل کی کیا ضرورت ہے؟ اس مسئلے کا جواب ضرور دیجیے گا، یہ میرا ہی نہیں اور بھی کتنے ہی لوگوں کا مسئلہ ہے۔

**جواب:** واضح رہے کہ نبی کریم ﷺ اور دیگر انبیا علیہم السلام، ملائکہ، صدیقین، شہدا اور صالحین کی شفاعت برحق ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ نبی کریم ﷺ نے تمام امت (بلکہ امتوں کی) شفاعت کا وعدہ فرمایا ہے اور ان شاء اللہ یہ وعدہ پورا ہوگا، الغرض شفاعت کا عقیدہ صحیح ہے اور یہ اہلِ سنت والجماعت کے قطعی عقائد میں شامل ہے۔ رہا آپ کا یہ خیال کہ اسی عقیدے نے مسلمانوں کو عمل سے عاری کر دیا ہے، یہ خیال صحیح نہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، ائمہ دین، اور اکابرِ امت ہم سے بڑھ کر عقیدۂ شفاعت پر ایمان رکھتے تھے، مگر ان کے عمل میں کوئی سستی اور کمزوری تو کیا ہوتی، ان جیسے باعمل انسان کبھی زمین وآسمان نے نہیں دیکھے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نبی کریم ﷺ کی شفاعت نصیب فرمائے! آمین۔

اس سلسلے میں چند امور پیشِ نظر رہنے چاہئیں:

1. بعض گستاخانہ اعمال ایسے ہیں جن میں مسلمان کثرت سے مبتلا ہیں اور وہ شفاعت سے محروم کرنے والے ہیں، ان سے توبہ کیے بغیر شفاعت کی توقع رکھنا فضول اور شیطان کا دھوکہ ہے۔
2. جو شخص اس خیال سے سنگین

جرائم کا ارتکاب کرتا ہو کہ مجھے فلاں کی شفاعت جیل سے چھڑالے گی، احمق خیال کیا جاتا ہے۔ اسی طرح جو شخص شفاعت کے بھروسے پر دھڑا دھڑ گناہ کیے جاتا ہے، اس کے نادان ہونے میں بھی کوئی شک نہیں۔

3 ایک صحابی سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا: "مانگو کیا مانگتے ہو؟" انھوں نے عرض کیا: "جنت میں آپ ﷺ کی رفاقت!" فرمایا: "بس یہی یا کچھ اور بھی؟" عرض کیا: "بس یہی!" فرمایا: "بہت اچھا! مگر کثرتِ سجود کے ساتھ میری مدد کرنا۔" اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شفاعت حاصل کرنے کے لیے بھی نیک اعمال کا اختیار کرنا ضروری ہے، جو شخص نبی کریم ﷺ کی سنت و طریقے سے، آپ ﷺ کی شکل وشباہت سے نفرت کرتا ہے، آپ ﷺ کے ارشادات سے دیدہ و دانستہ بغاوت کرتا ہے اور آپ ﷺ کے دشمنوں سے دوستی رکھتا ہے، وہ آخر کس منہ سے شفاعت کی توقع رکھتا ہے؟

4 بہت سے لوگ ایسے ہوں گے جو نہ جانے کتنی مدت تک جہنم میں جلنے کے بعد کوئلہ ہوجائیں گے، تب کہیں ان کو شفاعت نصیب ہوگی۔ کیا کوئی شخص تحمل رکھتا ہے کہ وہ ایک لمحے کے لیے بھی جہنم کی آگ میں جھلسایا جائے؟ (اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے پناہ میں رکھے) اب کون ہوگا جو کروڑوں برس جہنم میں جلنے اور جنت کی نعمتوں سے محروم رہنے کو پسند کرے؟

## انسان کے حالات کا سبب اس کے اعمال ہیں

سوال: ایک انسان جس کو اپنی قسمت سے ہر موقع پر شکست ہو، یعنی کوئی آدمی مفلس ونادار بھی ہو، علم کا شوق ہو، لیکن علم اس کے نصیب میں نہ ہو، خوشی کم ہو، غم زیادہ، بیماریاں اس کا سایہ بن گئی ہوں، ماں باپ، بہن بھائی کی موجودگی میں بھی وہ محبت سے محروم ہو، رشتے دار بھی ملنا پسند نہ کرتے ہوں، محنت زیادہ کرے، پھل برائے نام ملے، ایسا انسان یہ کہنے پر مجبور ہو کہ یا اللہ! جیسا میں بدنصیب ہوں، ایسا تُو کسی کو نہ بنا۔ اس کے یہ الفاظ اس کے حق میں کیسے ہیں؟ اگر وہ اپنی تقدیر پر صبر کرتا ہو اور صبر نہ آئے تو کیا کرنا چاہیے؟

جواب: واضح رہے کہ انسان کو جو ناگوار حالات پیش آتے ہیں، ان میں سے زیادہ تر انسان کی شامتِ اعمال کی وجہ سے آتے ہیں، ان میں اللہ تعالیٰ سے شکایت، ظاہر ہے کہ بے جا ہے، آدمی کو اپنے اعمال کی دُرستی کرنی چاہیے اور جو امور غیر اختیاری طور پر پیش آتے ہیں، ان میں اللہ تعالیٰ کی تو ذاتی غرض ہوتی نہیں، بلکہ بندے ہی کی مصلحت ہوتی ہے، ان میں یہ سوچ کر صبر کرنا چاہیے کہ ان میں اللہ تعالیٰ کو میری ہی کوئی بہتری اور بھلائی منظور ہے، اسی کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے جو بے شمار نعمتیں عطا کر رکھی ہیں، ان کو بھی سوچنا چاہیے اور اَلْحَمْدُلِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ کہنا چاہیے۔

## جب اچھائی اور برائی سب مقدّر ہے تو پھر انسان کا کیا کمال یا قصور ہے؟

سوال: ایک مریض اگر بیمار ہے اور اس کی موت لکھی ہوتی ہے تو وہ مر جاتا ہے تو پھر سوال یہ ہے کہ ہم اس کی زندگی کی دعا کرتے ہیں تو وہ کس طرح قبول ہوگی، کیوں کہ اس کی موت تو اس کے وقت پر آنی ہے تو دعا سے کیا اس کی موت میں دیر ہوسکتی ہے؟ اسی طرح ہر چیز اللہ ہی کے حکم میں جکڑی ہوئی ہے تو پھر انسان خطاوار کس طرح ہوا، کیوں کہ اس نے تو وہی کیا جو اس کی تقدیر میں لکھا ہوا تھا اور جو اللہ کو منظور تھا؟ اسی طرح اگر ایک انسان دوسرے انسان کو گولی ماردیتا ہے تو وہ کس طرح قصور وار ہے، کیونکہ مقتول کی تو موت اسی طرح لکھی تھی اور اس کے ہاتھوں قتل ہونا لکھا تھا تو کیا قاتل کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنی مرضی سے جسے چاہے، قتل کردے اور اگر نہیں کرسکتا تو وہ خطاکار کس طرح ہے؟ اسی طرح ایک عیسائی امریکا میں پیدا ہوتا ہے اور اس کے سامنے چاروں طرف عیسائی ماحول ہوتا ہے تو وہ کس طرح مسلمان ہوسکتا ہے، جب کہ اس کے سامنے حق کی کوئی راہ ہی نہیں تو وہ کیوں کر گناہ گار ہوگا؟ اسی طرح کسی آدمی کی قسمت میں مشکلات لکھی ہوئی ہے تو وہ دعا سے کس طرح ٹل سکتی ہے؟ آیا دعا سے تقدیر بدل سکتی ہے اور مقدّر کا لکھا ٹل سکتا ہے؟ اسی طرح کہتے ہیں کہ انسان اپنی برائی کا خود ذمّہ دار ہے، آخر کیوں؟ جب کہ اس نے وہی کیا جو اس کے مقدّر میں لکھا تھا؟ اسی طرح کوئی ڈاکٹر بنتا ہے، کوئی انجینئر، کوئی چور، ڈاکو بنتا ہے تو کوئی دہشت گرد تو اس کا تو کوئی قصور نہیں، کیوں کہ یہی کچھ بننا اس کے مقدّر میں لکھا تھا۔

جواب: واضح رہے کہ اس مسئلے کا تعلق "مسئلہ تقدیر" کے ساتھ ہے، آپ نے جو سوالات لکھے ہیں، ان کی مختصراً وضاحت کی جاتی ہے:

1 مریض کے لیے ہم دعا بھی کرتے ہیں اور دوا بھی! دوا اور علاج معالجے کے بارے میں کبھی کسی کے ذہن میں تقدیر کا مسئلہ نہیں آتا، یہ کیوں؟ بیمار شفایاب ہوجائے گا یا نہیں؟ اس کے بارے میں تقدیرِ الٰہی کیا ہے؟ اس کا ہمیں علم نہیں، اس لیے ہم دوا بھی کرتے ہیں اور دعا بھی! تقدیر میں صحت ہوگی تو دوا اور دعا موثر ہوگی، ورنہ نہیں۔

2 بلاشبہ ہر چیز تقدیرِ الٰہی کے مطابق ہوتی ہے، لیکن جو کام ہم اپنے ارادے اور اختیار سے کرتے ہیں، ان میں انسان کو مجبورِ محض نہیں سمجھتے، چناں چہ اگر کوئی طالبِ علم خوب محنت کرکے اچھے نمبروں میں کامیاب ہو، ہم اسے انعام اور شاباش دیتے ہیں اور محنت سے جی چرانے والا طالب علم فیل ہوجائے تو اسے ملامت کرتے ہیں، کیوں کہ اِس کا محنت کرنا اور اُس کا محنت نہ کرنا دونوں اختیاری ہے، حالاں کہ پاس وفیل ہونا بھی تقدیر کے ماتحت تھا۔

3 ایک انسان دوسرے کو قتل کردیتا ہے، یہاں ہم قاتل کو عدالت میں گھسیٹتے ہیں، کیوں کہ اس نے اپنے اختیار سے جرم کا ارتکاب کیا ہے۔ ایک شخص آپ کو گالی دیتا ہے، آپ اس کو کبھی تقدیر کے حوالے سے معذور نہیں جانتے، کیوں کہ یہ اس کا اختیاری فعل ہے۔

4 اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل کی روشنی عطا فرمائی ہے، جس کے ذریعے وہ صحیح اور غلط میں امتیاز کرتا ہے، اس لیے جو عاقل و بالغ ہونے کے باوجود غلط دین اختیار کیے ہوئے ہے، آپ اس کو معذور قرار نہیں دے سکتے، کیوں کہ اس کا فرض تھا کہ وہ عقل کی روشنی میں صحیح اور غلط مذہب میں فرق کرتا، اپنے غلط ماحول کے باوجود آدمی عقل سے کام لے تو دینِ حق کو تلاش کرسکتا ہے۔ انبیائے کرام علیہم السلام میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور صحابہ کرام میں حضرت سلمان فارسیؓ کی مثال سب کے سامنے ہے۔

5 جو مقدّر ہے، وہ تو ہو کر رہے گا، مگر ہمیں کیا معلوم ہے کہ ہمارے لیے کیا مقدّر ہے؟ اس لیے ہمیں حکم ہے کہ تم ظاہر حال کے مطابق جائز اسباب اختیار کرو! دعا بھی من جملہ اسباب کے ایک سبب ہے۔

6 کوئی ڈاکٹر بنے یا ڈاکو، سب کچھ تقدیر کے مطابق ہے، لیکن ڈاکٹر اور ڈاکو دونوں اپنے اختیار سے بنتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے، اسی اختیار پر وہ ثواب یا عذاب کا مستحق ہے۔ گو ساری چیزیں تقدیر کے ماتحت ہیں، مگر تقدیر کا ہمیں علم نہیں۔ اس سے زیادہ اس مسئلے میں کھود کُرید کرنا جائز بھی نہیں اور مفید بھی نہیں۔

## تعارف

دہی کو عربی میں زبادی اور انگریزی میں Yogurt کہتے ہیں۔ دہی ہم سب کی پسندیدہ غذا ہے اور دودھ سے بنی چیزوں میں اسے خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ دہی دنیا کے مختلف ممالک میں بھی دستر خوان کی زینت ہوتی ہے۔ اسے مختلف طریقوں سے کھایا اور پیا جاتا ہے۔ دہی دودھ کی ایک خمیر شدہ شکل ہے، جس میں ایسے بیکٹیریا پائے جاتے ہیں جو صحت کے لیے مفید ثابت ہو چکے ہیں۔ دہی میں کیلشیم، آیوڈین، فاسفورس، حیاتین B12، رائی بوفلیون اور پروٹین خوب ہوتا ہے، اگر کوئی شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کے جسم کو کیلشیم، آیوڈین اور پروٹین زیادہ مقدار میں ملے تو وہ سپلیمینٹ کے بجائے ایک پیالی دہی روزانہ کھالیا کرے۔

## مدافعتی نظام کا استحکام بھی اور نمونیے کا علاج بھی

دہی کی سب سے بڑی خصوصیت صحت بخش بیکٹیریا کی وہ بہتات ہے جو اس میں پائی جاتی ہے۔ یہ بیکٹیریا ہمارے جسم کے مدافعتی نظام کو استحکام بخشتے ہیں۔ ان میں سے ایک بیکٹیریا ایسا بھی ہے جو نمونیے سے مقابلے کی جسمانی صلاحیت کو بہتر بناتا ہے۔ دہی میں پائے جانے والے مفید صحت بیکٹیریا معدے میں پہنچ کر خوب بڑھتے ہیں۔ دہی کھانے سے اسہال و پیچش سے بھی محفوظ رہا جا سکتا ہے۔

## دہی کی بدولت... امراضِ چشم سے حفاظت

آنکھوں کے وہ امراض جو گرمی اور خشکی کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں، ان میں بھی دہی کا استعمال بہت نفع بخش ہے اور امراضِ چشم میں جو ضعف ماسکہ کی وجہ سے ظاہر ہوتے ہیں، ان میں بھی دہی کا استعمال بہت مفید ہے۔ تندرستی کی حالت میں دہی کا استعمال کرتے رہنے سے انسان امراضِ چشم سے محفوظ رہتا ہے۔

## دہی۔۔۔ جگر اور گردے کا مکمل علاج

آج کل برف، سوڈا اور چائے وغیرہ کا استعمال بہت بڑھ گیا ہے۔ ان کے کثرتِ استعمال سے اکثر جگر اور گردوں کی بیماریاں رونما ہونے لگتی ہیں۔ ان نقصان دہ چیزوں کے استعمال کے بجائے دہی کا استعمال ہزار درجہ بہتر اور مفید ہے، جن لوگوں کو معدہ، جگر یا گردوں کی خرابی کے باعث پیشاب رنگین آتا ہو، ان کے لیے دہی کا استعمال مکمل علاج ثابت ہوتا ہے۔

## دہی۔۔۔ دمہ اور خشک کھانسی کا علاج

مرضِ سل کی پیدائش عام طور پر دائمی نزلہ وزکام یا معدے کی خرابی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ دہی اس خرابی کو روک دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دمہ، خشک کھانسی اور سل کے لیے دہی ایک نفع بخش دوا ہے۔

## دہی ہر عمر کے افراد کے لیے یکساں مفید

ایک عرصے سے دنیا بھر میں دہی کو غذا کے ایک اہم حصے کے طور پر استعمال کیا جارہا ہے اور اسے ہر عمر کے لوگوں کے لیے مفید سمجھا جاتا ہے۔ دہی کا ایک فائدہ یہ ہے کہ اسے نمکین اور میٹھا ہر دو صورتوں میں مختلف طریقوں سے کھایا پیا جاسکتا ہے اور ہر صورت میں یہ مفید صحت ہے' بلکہ دہی ایک مزیدار اور لذیز غذا بھی ہے۔

## دانتوں کی بدنمائی...دہی کے ذریعے دور

بعض اوقات دانتوں میں رطوبات صفراویہ جمع ہو کر ان کو متورم کر دیتی ہے۔ ان میں سے خون رسنے لگتا ہے۔ دانت ہلنے اور درد کرنے لگتے ہیں۔ اور بعض لوگوں کے تو دانتوں کے چھلکے اتر جاتے ہیں' جس کے باعث دانت بدنما نظر آنے لگتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لیے دہی موثر ثابت ہوئی ہے۔

## دہی کا استعمال...بخشے حیات

نامور ماہر غذائیات "گیلارڈ ہاوزر" کی شہرہ آفاق کتاب "Look Younger Live Longer" میں درازی عمر کے حوالے سے جن پانچ "Wonder Foods" کا ذکر ملتا ہے' یوگرٹ ان میں سرفہرست ہے' چناں چہ جو شخص بڑھاپے میں صحت مند اور جوان رہنا چاہتا ہو اسے خشک چائے کی گرم گرم چسکیاں لینے کے بجائے حیات بخش دہی کا استعمال کرنا چاہیے۔

## دہی کے فوائد

- دہی دماغ کے لیے بہترین مسکن ہے۔
- دہی کھانے سے بعض قسم کے سرطانوں سے بھی بچا جاسکتا ہے۔
- دہی جگر کی گرمی کو دور کرنے اور اس کی کارکردگی کو بہتر بنانے میں موثر مشروب ہے۔
- دہی میں پائے جانے والا ایک بیکٹیریا سانس کی بیماریوں میں افاقے کا باعث ہوتا ہے۔
- پیاس اور گھبراہٹ کو کم کرتی ہے۔
- دہی ایک زود ہضم خوراک ہے۔
- دہی کے کھانے سے گیس کا مرض کم ہوتا ہے۔
- دہی سر کے گرم و خشک امراض کے لیے بہت مفید ہے۔
- دہی میں کیلشیم کافی ہوتا ہے' لہٰذا یہ ہڈیوں کی بوسیدگی کو روکنے میں بھی اہم کردار ادا کرسکتی ہے۔
- دہی صرف کیلشیم کی موجودگی کی وجہ سے ہی ہڈیوں کے لیے مفید نہیں' بلکہ اس میں پائے جانے والا پروٹین Lectoferrin بھی ہڈیوں کے لیے مفید ہے۔
- دہی میں پائے جانے والے Probiotics خصوصی طور پر السر (زخم معدہ) اور آنتوں کی سوزش' معدے اور آنتوں کی تکالیف کو دور کرنے میں مدد دیتے ہیں۔

## دہی...کئی بیماریوں کا علاج

دہی میں پائے جانے والا حیات افزا بیکٹیریا یا Probiotics نہ صرف خلوی مدافعت میں اضافہ کرتا ہے' بلکہ اس سے ہضم وجذب کے عمل پر بھی مثبت اثر پڑتا ہے۔ دہی اپنے مدافعتی اور تحریکی اثرات کے باعث سرطان' تعدیہ' معدے اور آنتوں کی بیماریوں اور دمہ سے بچاؤ میں مدد دیتا ہے اور اگر مضرِ صحت غذا کھا لینے کے بعد تھوڑا سا دہی کھا لیا جائے تو کسی حد تک اس کی تلافی کرسکتا ہے۔

## دہی...جلدی امراض کا علاج

جلدی امراض کو دور کرنے میں بھی قدرت نے دہی کو عجیب تاثیر بخشی ہے۔ جلدی امراض کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ فضلات کا اخراج مساموں کے راستے بند ہو جاتا ہے' مگر دہی کا استعمال مساموں کو کھول دیتا ہے اور اس طرح اخراج فضلات میں مدد دیتا ہے۔

## چائے مضر...لسّی انتہائی مفید

دیہاتوں میں اس قدیم روایتی مشروب سے لطف اندوز ہوا جاتا ہے۔ لسّی موسم گرما کا انمول تحفہ ہے۔ چند عرصہ قبل موسم گرما میں مہمانوں کی تواضع لسّی سے کی جاتی تھی۔ عام آدمی ناشتے' دوپہر کے کھانے میں لسّی کا استعمال خوب کرتے تھے' لیکن آج کل اس مشروب کی جگہ مصنوعی طریقوں سے تیار ہونے والی کولڈ ڈرنکس نے لے لی ہے۔ اس میں سب سے اہم عنصر فاسفورک ایسڈ ہے۔ یہ ایک ناخن کو چار دن میں گلانے کی قوت رکھتا ہے۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ کولڈ ڈرنکس کا مسلسل استعمال معدے کے لیے کتنا خطرناک ہو سکتا ہے' دوسری طرف اب تو ہر موسم میں چائے کا استعمال اتنا عام ہو گیا ہے کہ شدید گرمی کے موسم میں بھی چائے کا استعمال ہوتا ہے جو کہ صحت کے لیے انتہائی نقصان دہ ہے۔ چائے ایک طرف تو جسم میں پانی کی فطری ضرورت کو کم کرتی ہے اور دوسری طرف پیشاب آور خصوصیت کی وجہ سے جسم سے پانی کو خارج کر دیتی ہے' جس کی وجہ سے انسانی جسم میں پانی کی کمی واقع ہو جاتی ہے اور خون گاڑھا ہو جاتا ہے اور اس گاڑھے خون کو گردے بڑی مشکل سے فلٹر کر پاتے ہیں۔ چائے کے زیادہ استعمال سے بھوک میں کمی آجاتی ہے۔ چائے کے مسلسل استعمال سے تیزابیت بڑھ کر معدے کے السر' سینے کی جلن اور مثانہ کی کمزوری پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ ذیابطیس' بلڈ پریشر' بے چینی میں اضافہ دل کی دھڑکن میں بے قاعدگی اور نیند کا کم ہو جانا جیسے امراض لاحق ہو جاتے ہیں۔ اس کے برعکس دہی (یوگرٹ) ایک مکمل' لذیز اور بے شمار خوبیوں والی لاجواب غذا ہے۔

*Your Friend In Real Estate*

# جُنید امین

الحمدللہ پورے اطمینان اور بھروسے کے ساتھ
بحریہ ٹاؤن، ڈی ایچ اے سٹی اور ڈیفنس کراچی میں
محفوظ اور منافع بخش سرمایہ کاری۔
معلومات اور مشورے کے لیے

**جُنید امین**

BAHRIA TOWN

DHA CITY

نزد مسجد بیت السلام، خیابان جامی، فیز 4، ڈیفنس، کراچی

021-35313254 - 0300-9213373 junaidameen@live.com

# استقامت بڑی کہ کرامت

ام مصطفی

استقامت کا لغوی معنی ”سیدھا کھڑا ہو جانا“ ہے۔ شرعی لحاظ سے اس کا معنی ”خالص اللہ کے لیے ہونا“ ہے۔ ہر وہ چیز، جس سے اللہ نے روکا، رُک جانا...اسی طرح آپ ﷺ کے طریقوں پہ عمل کرنا بھی استقامت کی ایک کڑی ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”توحید پر جم جانا مستقیم راستہ ہے۔ لومڑی کی طرح اِدھر اُدھر نہ ہو جانا۔“

استقامت ایک ایسا جامع کلمہ ہے کہ جس میں پورا پورا دین آجاتا ہے۔ بندے کا ہر فعل ایسا ہو کہ اس کا ہر کام اللہ کے لیے ہو اور اُسی کے حکم کے مطابق ہو۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”پل صراط پر چلنا آسان ہے، لیکن دنیا میں سیدھی راہ پر چلنا بہت مشکل ہے۔“ جیسے خاردار وادی سے خود کو سمیٹ کر گزارنا انتہائی احتیاط طلب عمل ہوتا ہے، اِسی طرح ہدایت کے بعد استقامت کے ساتھ زندگی گزارنا بھی بڑا ہی احتیاط طلب اور مشکل امر ہے۔ بس! جس کے ساتھ توفیق رہتی ہو وہی کام یاب ہوتا ہے۔

ہمارا معاشرہ عموماً صاحبِ کرامت کو تو بڑا ہی ولی اور معزز سمجھتا ہے اور اس کے اکرام و اعزاز میں کوئی کسر نہیں چھوڑتا، مگر وسیع النظری سے دیکھیں تو صاحبِ کرامت تو غیر مذہب بھی بن جاتے ہیں۔ چند ریاضتیں اور مجاہدے کرنے سے ایک عامی بھی کرامتیں دِکھلا کر لوگوں کی عقیدت بٹور لیتا ہے۔ دراصل یہ ہمارے عقیدت اور بصیرت کی کم زوری ہے۔ اِسی لیے کسی اللہ والے نے کہا ہے کہ ”استقامت ہزار کرامات سے بڑھ کر ہے۔“ اسی بنیاد پر علمائے حق فرماتے ہیں کہ ”جب تم نے کسی کو پرکھنا ہو تو اس کی کرامات نہ دیکھو، بلکہ اس کے ایمان کی کیفیت دیکھو کہ وہ استقامت کے کس درجے پر ہے۔“

اگر ہم مذہب سے ہٹ کر بھی استقامت کو پرکھیں گے تو ہمیں دنیا کے ہر کام، شعبے اور فن میں مستقیم لوگ ہی کام یاب اور کامران نظر آئیں گے۔ آپ جس شعبے یا فن میں نام کمانا چاہتے ہیں تو آپ کو اس کے لیے اپنی جان، مال، وقت اور عمر لگانی پڑے گی، پھر کہیں جا کر آپ اس کے مقصد اور بلندی کو چھو سکیں گے، حالاں کہ یہ جنون، جذبہ اور شوق فقط دنیا سے ہی شروع ہو جاتا ہے اور اسی پر ختم ہو جاتا ہے۔ اس کا نہ آخرت میں کوئی حصہ ہے اور نہ کوئی اجر، بلکہ کبھی کبھی یہ جنون اور خواہشِ ناتمام آخرت برباد کرنے کا سبب بھی بن جاتی ہے۔ اِسی لیے بڑے کہہ گئے کہ ”اپنے شوق اور خواہشوں کے گھوڑوں کو لگام میں باندھ کر رکھو۔ اگر یہ گھوڑے سرپٹ دوڑنے لگ جائیں گے تو تمھیں ہی زمین بوس کر کے روندتے چلے جائیں گے۔“ بحیثیت مسلمان...!! ہم سب ہی ربِّ ذوالجلال سے دن میں پانچ بار نماز کی ہر رکعت میں ہدایت کا سوال کرتے ہیں اور ساتھ نماز کے بغیر بھی ہم یہ دعا مانگتے ہیں کہ ”اے ہمارے رب!! ہمیں ہدایت کے راستے پر چلا۔“ مگر اس کے ساتھ استقامت مانگنا بیشتر بھول جاتے ہیں، حالاں کہ اس دعا کی تکمیل ہی استقامت مانگنے کے ساتھ ہوتی ہے اور خوش نصیب ہے وہ شخص، جس کو ہدایت کے ساتھ استقامت کی دولت بھی نصیب ہو گئی۔

صاحبِ استقامت کے لیے دنیا کے شرور اور فتنوں سے اپنے آپ کو بچانے کے چند انعام و اعزاز ربِّ کریم نے اپنے نیک بندوں کے ذریعے ہم تک پہنچائے اور دیگر اس کے علاوہ تو اُس دن پتا چلیں گے، جس کا تصوّر نہ آنکھ کر سکتی ہے اور نہ دل و دماغ۔

صاحبِ استقامت کے لیے چند خوش خبریاں اللہ ربّ العزت کے نیک بندوں نے ذکر کی ہیں:

- نزع کے وقت اس کے لیے عالم غیب (یعنی جنت) کھول دی جاتی ہے۔
- قبر میں نیکی کے فرشتے آکر تسلی دیں گے۔
- میدانِ حشر میں فرشتے تسلی دیں گے اور گھبراہٹ ختم کریں گے۔
- صاحبِ استقامت کا ولی (دوست) اللہ ہے۔
- قرآن کہتا ہے: وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

یعنی روزِ محشر ان کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ کوئی غم ہوگا۔

ان انعامات پر اگر غور کریں تو نزع، قبر اور حشر جن پر ہمارا صدقِ دل سے ایمان ہے کہ یہ ہوش رُبا لمحے، جب سب مال و اولاد، عزیز و اقارب سب ساتھ چھوڑ دیتے ہیں، تب صاحبِ استقامت کے ولی (دوست) خود اللہ تعالیٰ بن جاتے ہیں۔ سبحان اللہ!! کیسے کریم ہے اللہ پاک...!!

اللہ ہمیں بھی ہدایت کے ساتھ ساتھ استقامت کی دولت عطا فرمادیں۔ آمین

# توبہ کا دِیا

قسط نمبر 1

اہلیہ مظفر

"معارج! یار چل ناں... کچھ نہیں ہوتا، بہت مزہ آئے گا۔"

"ہاں، یار معارج! بہت مشہور گلوکار آرہے ہیں، چل ناں...!" زاور نے شہریار کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے معارج کو راضی کرنے کی ایک بار پھر کوشش کی۔

"نہیں یار...! میں نہیں جاسکتا۔" دوسری طرف بھی مکمل انکار تھا۔

"چھوڑو یار...! جب یہ جانا ہی نہیں چاہ رہا تو ہم کیوں پاگلوں کی طرح اس کے پیچھے لگے رہیں۔ ہمارا بھی ٹائم نکل جائے گا، اگر ایسے ہی اس کی منتیں کرتے رہے۔" فیصل نے بے مروّتی سے کہا اور آگے نکل گیا۔ زاور اور شہریار نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا، پھر معارج کی طرف دیکھا، جس کا افسردہ چہرہ بنا ہوا تھا۔

"اوکے یار! ہم چلتے ہیں۔" شہریار نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کے کہا۔

معارج نے اپنے کندھے پر ہلکا سا دباو کو محسوس کیا، پھر مسکرا کر بولا:

"ہاں یار! پھر کل ملیں گے۔ بابا جان کے بھی آنے کا ٹائم ہو رہا ہے۔"

اُن دونوں نے بھی مسکرا کر اسے دیکھا اور آگے چل پڑے اور معارج اُن کو پُر سوچ نگاہوں سے اس وقت تک دیکھتا رہا، جب تک کہ وہ نگاہوں سے اوجھل نہیں ہوئے، پھر وہ بھی ایک لمبی سانس لے کر اپنے گھر کی طرف مُڑ گیا۔

معارج ایک دین دار گھرانے سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کے گھر والے بہت امیر تھے۔ اس کے بابا جان کی اپنی فیکٹری تھی اور دو اسکولز بھی۔ اس کے بابا جان تعلیم کی شمع ہر سو روشن کر رہے تھے، مگر اس کے باوجود اس کے بابا جان نے نہ کبھی خود اس امیری پر غرور کیا اور نہ ہی اپنے بچوں کو کرنے دیا۔ ہمیشہ اپنے بچوں کو سمجھاتے رہتے تھے کہ یہ ساری دولت اللہ تعالیٰ کی امانت ہے اور اس امانت کی حفاظت کرنا ہم پر فرض ہے۔ باوجود اتنی دولت ہونے کے کبھی اپنے گھر میں نوکر نہیں رکھوایا، بلکہ ہر کام خود کرتے تھے اور انھوں نے اپنے بچوں کو بھی اپنا کام خود کرنے کی عادت ڈالی تھی۔ نبی کریم ﷺ کی سنت پر خود بھی عمل کرتے اور دوسروں سے بھی عمل کرواتے تھے۔

معارج اس وقت سیکنڈ ایئر کا طالب علم تھا، لیکن ابھی بھی اپنا ہر کام بابا جان کی اجازت سے کرتا تھا۔ اس کے تمام دوست بھی اسی کی طرح امیر گھرانوں سے تعلق رکھتے تھے، لیکن دین سے بالکل بے بہرہ تھے، صرف نام کے مسلمان تھے۔ کوئی نئی فلم آتی تو ان سب کے لیے سینما ہاؤس جانا گویا فرض ہو جاتا اور سب ہی بڑی خوش دلی سے شریک ہوتے تھے... اور جب انھی دوستوں کو معارج کسی عالمِ دین کے بیان میں چلنے کے لیے کہتا تو ان کی شکلیں ایسی بن جاتیں، جیسے کوئی کڑوی گولی نگل لی ہو۔

آج بھی اس کے تمام دوست، اس کو کسی گلوکار کے پروگرام میں جانے کے لیے منا رہے تھے، لیکن معارج کیسے مان جاتا...؟ اس کے بابا جان نے تو اس کو کبھی، اس کی اجازت دینی ہی نہیں تھی، چاہے وہ اپنے بابا جان کے پاس جا کے اپنا سر ہی کیوں نہ پھوڑ دے۔ اس کے بابا جان کے نزدیک دین کے معاملے میں "نو کمپرومائز..." چاہے سامنے ان کی اولاد ہی کیوں نہ ہو۔

معارج کو کبھی کبھی اپنے بابا جان پر غصہ آتا کہ بابا جان دین کے معاملے میں کچھ زیادہ ہی سخت ہیں۔آخر ایک گانا سننے سے کون سا اتنا بڑا گناہ ہو جائے گا یا کوئی عذاب آجائے گا۔ یہ وہ اس وقت سوچتا‘ جب اس کے دوست ایسی کسی بات پر اس سے ناراض ہو کے چلے جاتے اور جب وہ ان کو منانے کی کوشش کرتا تو وہ اسے بے بھاؤ کی سناتے اور اسے ہر دفعہ گویا ایک نئی اطلاع دیتے کہ اس کے بابا جان دین کے معاملے میں کچھ زیادہ ہی سختی کرتے ہیں۔دین اتنا مشکل نہیں‘ جتنا ان مولویوں نے بنا دیا ہے... تمہارے بابا بھی ان کی مجلسوں میں بیٹھ کر انھی جیسا سوچتے ہیں۔معارج آگے سے کیا جواب دیتا...چپ ہو کے سنتا اور اُلٹی سیدھی باتیں سوچنے لگتا۔

"ارے ! ! ہمارے شہزادے کو کیا ہو گیا ہے؟اتنا چپ چاپ کیوں ہے آج ہمارا بیٹا؟"احمد صاحب نے بریف کیس صوفے پر رکھتے ہوئے‘کسی سوچوں میں گم معارج کو ہلایا۔وہ اپنے بابا جان کے اس طرح زور سے کہنے پر اِسپرنگ کی طرح اچھلا۔

"ہاں...جی...جی بابا جان!"احمد صاحب اس کی بوکھلاہٹ پر ہنس پڑے۔

"السلام علیکم‘معارج!"احمد صاحب نے اسے کچھ یاد دلایا۔

"جی‘وعلیکم اسلام بابا جان!"معارج نے شرمندگی سے سر جھکا کر جواب دیا۔

"معارج!کیا ہوا ہے بیٹا...کوئی پریشانی ہے کیا؟"احمد صاحب اس کے گُم صُم انداز سے پریشان ہوگئے۔

"نہیں بابا جان!بس تھوڑی پڑھائی کی ٹینشن ہو رہی تھی۔"معارج نے بات ٹالی۔

"اچھا بابا جان!آپ کا آفس کیسا چل رہا ہے؟"معارج نے بات بدل کر کہا۔

"الحمدللہ!بہت اچھا چل رہا ہے۔آپ کو پڑھائی کی کیا ٹینشن ہو رہی ہے بیٹا؟اگر کچھ سمجھ نہیں آرہا تو کتابیں لے آؤ...میں سمجھا دیتا ہوں آپ کو۔"معارج جھوٹ بول کر بری طرح پھنسا۔

"نہیں‘وہ میں سمجھ لوں گا۔وہ پیپرز کی وجہ سے ٹینشن ہو رہی تھی۔خیر!چھوڑیں اس بات کو‘میں آپ کے لیے چائے لے کے آتا ہوں۔"معارج جان چھڑا کر بھاگنے لگا۔

"آپ کو چائے لانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔میں لے آئی ہوں اپنے پیارے سے بابا جانی کے لیے۔"مشعل نے پیار سے بابا جان کو سلام کر کے ان کے کندھے پر سر رکھ کر کہا۔

پیار کے اس اظہار پر معارج اپنی ٹینشن بھول کر بابا جان کے ساتھ ہنس پڑا۔"او کے جنگلی بلّی!ایک کپ میرے لیے بھی لا دو پلیز...ایک ٹافی دوں گا‘وہ بھی اکلئیر!!"

"مجھے نہیں چاہیے!کنجوس نہ ہو تو۔"مشعل غصہ سے معارج کے چڑانے پر اور اپنے بابا جان کے مسکرانے پر منہ پھیر کر پیر پٹختی ہوئی چلی گئی۔

بابا جان خالی کپ رکھ کر نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوگئے‘ان کے وضو کر کے آنے کے بعد بھی‘وہ اسی طرح کسی سوچ میں گم بیٹھا تھا۔

"معارج!نماز نہیں پڑھنی کیا...وقت نکلا جا رہا ہے۔"احمد صاحب نے تھوڑا غصہ سے کہا۔

"جی...وہ میں آتا ہوں۔"معارج نے جلدی سے اُٹھتے ہوئے کہا۔

"کیا ہو گیا ہے اس لڑکے کو!"احمد صاحب نے پریشان ہوتے ہوئے سوچا۔

"معارج!اے معارج...اس لڑکی کی طرف تو دیکھ...کتنی خوب صورت ہے یار...!!"

فیصل نے لوفرانہ انداز میں معارج کو متوجہ کرنا چاہا۔

معارج‘جو شہریار سے باتیں کر رہا تھا‘فیصل کے بولنے پر اس طرف دیکھا‘جس طرف فیصل آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر لڑکی کو دیکھ رہا تھا۔

"لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ!...معارج نے لڑکی کی طرف دیکھ کر نظریں جھکا لیں‘جو بیچ سڑک پر لوگوں کے لیے دعوتِ نظارہ بنی ہوئی تھی۔فیصل ابھی تک اسی طرف دیکھ رہا تھا۔

"فیصل!پیپر کی تیاری کیسی چل رہی ہے تیری؟تجھے انگلش کے نوٹس مل گئے تھے؟"معارج نے فیصل کی توجہ اس طرف سے ہٹانے کے لیے موضوع بدلا۔

"ہاں!بس ہو رہی ہے تیاری تو...انگلش کے نوٹس تو تُو مجھے دے گا ناں۔"

"ہاں‘ہاں‘بالکل!میں کل تمہیں لا دوں گا۔"معارج اس کی توجہ ہٹانے میں کامیاب ہو گیا۔

واپس گھر کی طرف آتے ہوئے معارج لاشعوری طور پر سوچ رہا تھا کہ اسلام نے عورتوں کو کتنا خوب صورت ایک تحفہ "پردے" کی صورت میں دیا ہے‘جو ایک عام سی عورت کو عزت دار بنا دیتا ہے‘پھر کیوں آج کل کی عورتیں پردے کو اپنانے پر راضی نہیں ہوتیں...؟کیا ان کو اپنی عزت کی فکر نہیں رہی...؟کیا پردہ ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے...؟نہیں‘نہیں بالکل نہیں!اگر ایسا ہوتا تو ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ کی بیویاں پردہ کیوں کرتیں...؟امت کی مائیں ہوتے ہوئے‘پردہ پر اتنی سختی سے عمل پیرا کیوں ہوتیں...؟پردہ اگر ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے تو اللہ تعالی اس کا حکم قرآن میں اتنی تفصیل کے ساتھ کیوں نازل فرماتا...؟؟

معارج کو آج شاید اپنے مسلمان ہونے پر فخر محسوس ہوا‘جن کی عورتوں کی عزتوں کے لیے اللہ رب العزت اپنے نبی ﷺ کے ذریعے قرآن میں آیتیں نازل فرما رہا تھا۔

دروازہ مشعل نے کھولا‘جس نے اتنی گرمی کے باوجود‘گھر میں ہوتے ہوئے بھی دوپٹہ لپیٹا ہوا تھا(وہ میٹرک میں تھی‘لیکن شرعی پردہ کرتی تھی۔ہر کوئی کہتا کہ ابھی تو چھوٹی ہے۔بابا جان اور امی جان کا ہمیشہ یہی جواب ہوتا کہ رب کا جب حکم آگیا تو اب چھوٹے بڑے ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا)وہ مسکرانے لگا۔"کیا ہوا ہے...؟کیا گرمی دماغ پر چڑھ گئی ہے‘جو خواہ مخواہ مسکرائے چلے جا رہے ہو۔"مشعل دروازہ بند کر کے جب پلٹی تو اس کے مسکرانے پر پھٹ پڑی۔

"ہاں!شاید گرمی ہی چڑھ گئی ہے‘ورنہ اچھی خاصی بہن چڑیل کیوں لگنے لگی۔"

"کیا!!میں آپ کو چڑیل لگ رہی ہوں۔ماما...!بھائی کو دیکھیں نا‘مجھے چڑیل کہہ رہے ہیں۔"ماں کے آنے پر ماں کو مدد کے لیے پکارنے لگی۔مشعل روہانسی ہو گئی تھی۔

"بُری بات معارج!کیوں بہن کو تنگ کرتے ہو‘ایک ہی تو بہن ہے تمہاری۔"

"شکر ہے ماما ایک ہی ہے‘ورنہ میرا اور آپ لوگوں کا تو بس اللہ ہی حافظ تھا۔"معارج گرنے کے سے انداز میں صوفے پر بیٹھا اور ساتھ ہی اس نے مشعل کو دیکھا‘جس کا چہرہ غصے سے لال پیلا ہو رہا تھا۔

"ارے مشعل!"معارج کو جیسے کچھ یاد آیا ہو۔

(جاری ہے)

Perfect®
Freshener
رہو خوشبوؤں میں
Perfect
Freshener
Room
Freshener
اصلي
ASLEE
LA PERFUME
Dry
300 ml e
THE WELCOMING
FRAGRANCE
OF HOME
/perfectairfreshener
Imported & Marketed by
Shakeel Enterprises
www.se.com.pk

# حقیقت

بنت گوہر

خوشیوں کی ریل پیل‘ دولت کی فراوانی کیا نہیں تھا ان گھر والوں کے پاس‘ کوئی رشک کی نگاہ سے دیکھتا تو کوئی حسد کرنا نہ چھوڑتا تھا۔ مسز مبین آرام دہ سی ڈرائیو کرتی گاڑی پورچ میں پارک کر رہی تھیں‘ ابھی اتری ہی تھیں کہ عمران نے مسکراتے ہوئے اپنی ماں کا استقبال کیا: ”گڈ مارننگ امی جان...!! کہاں سے آرہی ہیں...؟“ عمران نے شرارت بھرے لہجے میں پوچھا۔

ایک نگاہ اپنی ماں کے پہناوے کو دیکھا... بلیو کلر کی کُرتی میں دوپٹہ شانوں پر پھیلائے‘ ہلکا سا میک اَپ کیے وہ کہیں سے بھی دو جوان بیٹوں اور ایک شادی شدہ بیٹی کی ماں نہیں لگتی تھیں ۔

”ٹی پارٹی سے... میرا بیٹا!“ انھوں نے کہا ”تمھاری کہاں کی تیاری ہے بیٹا؟“ اب کے انھوں نے سوال کیا۔ ایک فخر تھا‘ جوان کی ہر ہر ادا سے عیاں تھا۔ دنیاوی کام یابی سے آراستہ لوگ یوں ہی ہوا کرتے ہیں۔

”فرینڈز کے ساتھ جا رہا ہوں ۔آپ کھانا کھا لیجیے گا ۔شاید میں آج لیٹ نہ ہو جاؤں!!“ کچھ اور باتیں کرنے کے بعد دونوں ماں بیٹے نے اپنی اپنی راہ لی۔

مسز مبین کا ایک بیٹا انجینئر تھا اور ایک اپنے والد کے ملک بھر میں پھیلے کاروبار کو سنبھالنے میں ان کی مدد کرتا تھا۔ بڑے بیٹے کا نام عمران اور چھوٹے کا کامران تھا۔ بیٹی کو انٹر کروا کر بیاہ دیا تھا‘ وہ دونوں بھائیوں سے چھوٹی تھی‘ اس کا نام نمرہ تھا۔ مسز مبین کے سُسر حیات تھے‘ جبکہ ان کی ساس کا کچھ عرصے پہلے انتقال ہو گیا تھا۔ مسز مبین اپنے سُسر کے ساتھ ٹی وی لاؤنج میں بیٹھ کر اپنے بڑے بیٹے کے لیے لڑکیاں دیکھ رہی تھیں۔

”ابو!! یہ مجھے پسند آئی ہے۔“ ایک لڑکی کی تصویر اپنے سُسر کی طرف بڑھاتے ہوئے مسز مبین بولیں۔ ”اچھی ہے... لیکن کچھ مذہبی نہیں۔“ انھوں نے لڑکی کے سر پر دوپٹہ نہ ہونے پر توجہ دلائی۔

”آج کل فیشن ہے ابو! خیر... چھوڑیں اس کو۔“

”یہ دیکھیں!“ انھوں نے ایک اور تصویر دکھاتے ہوئے کہا۔

کچھ دیر باتوں کے بعد انھوں نے ملازمہ کو پکارا: ”شکیلہ! ابھی تک صاحب کے لیے کافی نہیں لائی؟“ انھوں نے شاید کافی لانے کا کہا تھا۔

”جی‘ باجی! آئی... دراصل میں نماز پڑھنے چلی گئی تھی‘ ذہن سے کافی بنانے کا نکل گیا۔“ دوپٹہ نماز کے سے انداز میں لیے ملازمہ بھاگتی ہوئی آئی۔

”دیکھو! کام کے وقت نماز... چلو جاؤ۔“ وہ کچھ تلخ کہتے کہتے رک گئی تھیں۔

ملازمہ خاموشی سے واپس لوٹ گئی۔

آج مسز مبین اپنے چھوٹے بیٹے کامران سے اسکائپ پر بات کرنے میں مصروف تھیں‘ وہ آج کل دوسرے ملک تھا۔ ”امی! آپ کو پتا ہے میں نے ایک نئی اسپورٹس بائیک لی ہے۔ ایسی تیز ہے کہ بس...!!“ وہ جوش سے بتا رہا تھا۔

”کامران...!! بائیک بہت خطرناک سواری ہے۔ میرا دل گھبراتا ہے۔ گاڑی میں ہی سفر کیا کرو پلیز...!!“ پردیس میں بیٹھے اپنے بیٹے کے لیے فکر مند ہوتے ہوئے وہ بولی تھیں۔

”امی! کچھ نہیں ہوتا...!!“ کامران لاڈ سے بولا۔

اپنے لاڈلے بیٹے کے لاڈ بھرے انداز کو دیکھتے ہوئے‘ وہ مسکرا دیں۔

ایک قیامت تھی‘ جو اس خوش حال خاندان پر ٹوٹی تھی۔ سب کچھ بکھر کر رہ گیا تھا۔ مسز مبین روتے روتے نہ تھکتی تھیں۔ کامران ایک ٹریفک حادثے کا شکار ہو گیا تھا‘ اس کی بائیک کو ایک ٹینکر نے پیچھے سے ٹکر ماری تھی اور ٹینکر والا فرار ہو گیا تھا۔ کامران موقع پر ہی جاں بحق ہو گیا تھا‘ اس کی لاش (بقیہ ص 31 پر)

# میرے درد کی دوا کرے کوئی

نبیہا ندا

”نہیں روبینہ ! ہمیں جنازہ ہر حال میں مغرب پہ اٹھانا ہو گا۔ دیر ہو گئی تو رات بھر میت کو رکھنے کا انتظار کرنا ہو گا۔“ خالد نے سختی سے اپنی بیوی فرح کو کہا۔

روبینہ کی ساس (ساجدہ بیگم) کی میت آدھے گھنٹے پہلے ہی جناح ہسپتال سے گھر پہنچی تھی۔ ”لیکن خالد ! میں ساڑھے تین بجے سے مستقل فون کر رہی ہوں۔ غسل دینے والی خاتون سے رابطہ ہی نہیں ہو پا رہا ہے۔ سعیدہ میری دوست ہے، اس کو غسل دینا کفنانا آتا ہے، ڈرائیور اسے لانے گیا ہوا ہے، لیکن ڈیفنس سے ہِل پارک...! ! ابھی پانچ بجے ہیں اور ٹریفک بہت ہوتی ہے، آنے میں بھی وقت لگے گا۔ ہم مغرب تک نہیں کر سکتے ہیں۔“ روبینہ نے اپنے شوہر کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

”وقت نہیں ہے... تم لوگ خود غسل دے لو۔“ یہ کہتے ہوئے خالد تو صدر دروازے سے باہر گیٹ کی طرف چل دیے۔ روبینہ چارو نا چار اندر آئی۔

”یاسمین ! دیکھو تمہارے بھائی کہہ رہے ہیں کہ مغرب پہ جنازہ اٹھانا ہے... چلو ہم لوگ اللہ کا نام لے کر شروعات کرتے ہیں۔“ روبینہ نے اپنی نند کو بلا کر کہا۔

”ٹھیک ہے بھابھی !“ یاسمین نے کہا۔

”آمنہ بیٹا ! تم اوپر کتابوں کی الماریوں میں تلاش کرو ”احکامِ میت“ اور ”اسوۂ رسول ﷺ“ کتابیں لے آؤ۔“

”پانی تو چولہے پہ ہے نا...؟؟“ روبینہ نے ماسی سے پوچھا۔

”جی بالکل تیار ہے۔“ ماسی نے جواب دیا۔

”ٹھیک ! ! بیری کے پتّے پانی میں ڈال دیے تھے نا؟؟“

”جی باجی !“ ماسی نے جواب دیا۔

”لاؤ تختہ بچھاؤ اور اوپر سے تین چادریں لے کر آؤ۔“ روبینہ ماسی کو ہدایت دے کر فارغ ہوئی ”میں نے ورک شاپ میں شرکت تو کی تھی اور غسل دینا سیکھا تو تھا، لیکن عملی مشق نہ ہونے کی وجہ سے چار یا پانچ سال گزر چکے ہیں۔ مجھے اچھی طرح یاد نہیں آ رہا۔“ روبینہ آس پاس کھڑی نندوں اور پڑوسیوں کو بتانے لگی۔

”امی ! دونوں کتابیں اوپر نہیں ہیں۔“ آمنہ نے کہا۔

”اچھا...! !“ روبینہ نے کہا۔

روبینہ جو کفن کا پیکٹ کھول رہی تھی اور اس نے پہلے سے ہی ساس کی علالت کے زمانے میں سلوا کر رکھ لیا تھا... الٹے پاؤں خود کتابوں کی تلاش میں اوپر کی طرف بھاگی۔ ”لگتا ہے میں نے کسی کو دے دی ہو گی، میری چیزیں دینے کی عادت بھی تو ہے...! !“ روبینہ زیرِ لب بڑ بڑائی۔

اسی تلاش میں روبینہ کے ہاتھوں میں ”تحفۂ خواتین“ کتاب آئی۔ فہرست کھولی، میت کے احکام کا صفحہ تلاش کیا اور بھاگتی ہوئی غسل والے کمرے میں آمنہ کے ساتھ داخل ہوئی۔ ”بیٹا ! تم یہ ہدایات پڑھتی جاؤ... میں اور پھپھو مل کر غسل دے لیتے ہیں۔“ روبینہ نے اپنی بیٹی کو کتاب پکڑاتے ہوئے کہا۔ ”امی ! یہ تو اردو میں ہے۔ مجھے تو پڑھنے میں بہت وقت لگے گا۔“ روبینہ کی 23 سالہ بیٹی آمنہ نے جواب دیا، جس کی تعلیم کراچی کے بہترین پرائیویٹ اسکول، کالج میں ہوئی اور نامور یونیورسٹی سے فارغ التحصیل ہو کر کچھ مہینوں میں ڈاکٹر کی ڈگری لینے والی ہے۔

”اس وقت کچھ سوچنے کا وقت نہیں تھا۔“ روبینہ نے بے چارگی سے بیٹی کے ہاتھ سے کتاب لی۔ ”اچھا ! لاؤ مجھے کتاب دو... عائشہ باجی یہ لیں۔“ اس نے ایک رشتہ دار خاتون کو آواز دی۔ آپ یہ پڑھتی جائیں۔“ صفحہ نکال کر روبینہ نے ان کو کتاب دی۔

”ٹھیک ہے۔“ یہ کہتے ہوئے عائشہ باجی نے کتاب پڑھ کر بتانا شروع کر دیا ”پہلے تختے کو رکھیں...“ غسل، کفن، دفن، نمازِ جنازہ سب کچھ الحمد للہ وقت پر ہو گیا۔ بقول تجربہ کاروں کے : ”جو اللہ کے نیک بندے ہوتے ہیں، اللہ خود بخود ان کے کام کرواتے

چلے جاتے ہیں۔"

ہفتہ' دس دن تو بہت مصروفیت' تھکن' غم کی کیفیت' ذمہ داریوں کے بڑھ جانے کے احساس میں گزر گئے۔اسی اثنا میں روبینہ نے سوچنا شروع کیا...اسے اپنی معلّمہ کی جماعت پنجم میں کہی ہوئی ایک بات یاد آئی' جب کسی طالبہ نے معلّمہ سے کونسلر کے نام درخواست لکھوانے پر یہ کہا تھا:

"مِس! ہمیں کیوں کونسلر کو درخواست لکھنا سکھایا جاتا ہے۔آگے جاکر ہمیں کون سا کونسلر کو درخواست لکھنی ہوگی؟"تو معلّمہ نے جواب دیا تھا:"آپ کے گھر میں کام کرنے والی ملازمہ' اپنی گلی میں ٹوٹی سڑک یا کوئی بھی شکایت لکھوانے آپ کے پاس آئے گی اور آپ سے کہے گی کہ کونسلر صاحب کے نام درخواست لکھ دیں بیگم صاحبہ' تو اگر آپ کا یہ پڑھنا لکھنا ایک ملازمہ کے وقت پر بھی کام نہ آسکا تو اتنا پڑھنا کس کام کا...؟؟"

"یہ کیا ہوا...!"روبینہ اپنے آپ کو ملامت کرنے لگی"یہ کیسے ہوگیا کہ وقتِ ضرورت بھی ہمارے بچوں کو اردو پڑھنے میں دشواری ہو رہی ہے۔"مقابلے بازی کی دوڑ میں بچوں کو ماہر انگریز دان کے شوق نے بھاری فیس لینے والے اسکولوں کی معلّمات کی ہدایات پہ عمل کروانے کا نتیجہ"آپ بچوں سے گھر میں بھی انگریزی میں بات کیا کریں' اس سے ان کی سوچ بھی انگریزی زبان میں ہو جائے گی۔"

گھر والوں کا مسلسل دباؤ کہ بچوں کی انگریزی بہت اعلیٰ درجے کی ہونی چاہیے' بہت مقابلے کا دور ہے' جس کے نتیجے میں کتب خانے کی ممبر شِپ ہر ہفتے بچوں کو لے کر جانا۔زیادہ زور گھر میں بھی انگریزی ہی پہ تھا۔اسکول اور اس کے اساتذہ جو لگتا ہے تعلیم وتربیت کے لیے نہیں' بل کہ زیادہ تر ایک بیوپاری ذہنیت کے مطابق بچوں کی ذہن سازی کر رہے ہوتے ہیں' جس کا احساس روبینہ کو اب ہو رہا تھا۔

"انگریزی ہماری ضرورت ہے' لیکن اردو تو ہمارا سرمایہ ہے' ہمارا اثاثہ ہے یا تھا؟" ہماری اولادیں تو اردو کو اجنبیت کی نگاہ سے دیکھتی ہیں۔یہ خلا پُر ہو سکے گا کیا؟ میں نے کیوں اسکول پہ بھروسہ کیا۔خود کیوں بچوں کو اردو سے مانوس نہیں کیا؟ احساسِ زیاں کسی طور نہیں جا رہا تھا روبینہ کا۔ذمہ داری تو میری تھی نا... نقصان تو میری اولادوں کا ہوا نا...!!

تُو اِدھر اُدھر کی نہ بات کر' یہ بتا کہ قافلہ کیوں لُٹا
مجھے رہزنوں سے گلہ نہیں' تیری رہبری کا سوال ہے

اب میں کیا کروں...بچوں کا بچپن تو گزر چکا...اب میں ان کو اردو سکھا سکتی ہوں کیا؟ جس معیار کی میں نے سیکھی تھی وہ بھی؟ اس حد تک بھی؟ کیا ہو سکے گا؟ یا انگریزی میں کتابیں لاکر رکھنا شروع کروں...؟ کل کو مجھے بھی تو تجہیز و تکفین کے مرحلے سے گزرنا ہے...؟؟

اقبال کا شعر روبینہ کو ان دنوں بہت یاد آرہا تھا

اپنی غفلت کی اگر یہی حالت قائم رہی
آئیں گے غُسّال کابُل سے اور کفن جاپان سے

## بقیہ
# حقیقت

اس کی لاش کو تابوت میں لایا گیا تھا۔کسی کو چہرہ تک نہ دکھایا گیا تھا۔"سدرہ...!!" خلاؤں میں گھورتی... آنسوؤں سے تر چہرے والی مسز مبین کو اُن کے بھائی نے پکارا تھا۔"بھائی جان...!!"یہ کہتے ہوئے وہ ان سے لپٹ گئی تھیں اور ان کی حالت ایسی تھی' جسے بیان نہیں کیا جا سکتا۔"بھائی جان! میرے ساتھ ہی ایسا کیوں...؟؟" وہ بردبار سے باریش بھائی کی طرف دیکھتے ہوئے بولیں تھیں۔"بہنا...!! یہ اللہ کی طرف سے ہے...وقت گزر جائے گا...کامران تو اللہ کی امانت تھا۔ہم کون ہوتے ہیں سوال کرنے والے؟؟" وہ ہاتھ تھامے دلاسہ دے رہے تھے۔"جب ہر چیز ہمارے حق میں جاری ہوتی ہے تو اس وقت ہمیں واقعتاً احساس نہیں ہوتا کہ آخر غلطی کہاں پر ہے...؟؟ ہم اللہ کی نافرمانیاں کرتے رہتے ہیں' یہ جانتے ہوئے بھی کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے!" وہ نرمی سے سمجھا رہے تھے"صبر کرو بہنا...!! اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔" سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ چلے گئے۔مسز مبین اپنا رونا بھول کر' ان کی پُشت کو تکنے لگی۔

کہتے ہیں کہ "جو چیز ہم پوری زندگی نہیں سمجھ پاتے' وہ چیز ہمیں وقت سمجھا جاتا ہے۔" مسز مبین کے ساتھ بھی یہی ہوا تھا۔وقت نے انھیں اچھی طرح سمجھا دیا تھا کہ "ہر نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔"اس ایک آیت نے انھیں یہ بات سمجھا دی تھی کہ "ہر نفس" میں وہ بھی شامل ہیں اور ان کے خاندان کا ہر فرد بھی شامل ہے۔مسز مبین نے بھی اپنے رب کے سامنے سرِ تسلیم خم کر لیا تھا۔"کتنا ہی اچھا ہوا گر انسان بِنا کسی آزمائش کے آئے سمجھ جائے' مگر یہ انسان بھی...!!"

مسز مبین کے اندر اچھی تبدیلیاں آرہی تھیں' مگر یہ تبدیلیاں دنوں میں نہیں' بل کہ مہینوں میں آرہی تھیں' کیوں کہ جو دیواریں ہم اپنے اور اپنے رب کے درمیان کھڑی کرتے ہیں' انھیں گرانے میں وقت تو لگتا ہے۔"شکیلہ! پہلے ناشتہ کرلو' بعد میں کام کرلینا۔"انھوں نے نرمی سے ملازمہ کو کہا۔"جی' باجی!" ملازمہ نے حیرانی سے جواب دیا' اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ یہ وہی باجی ہیں' جو سیدھے منہ بات تک نہ کرتی تھیں۔

اور پھر وہ ہوا' جس کا کسی نے تصوّر تک نہ کیا تھا۔کامران کی وفات کے دو سال بعد عمران کی شادی ہو رہی تھی۔حیرانی کی بات یہ تھی کہ یہ شادی عام شادیوں سے یکسر مختلف ایک باشرع شادی کی تقریب تھی اور دلہن عالمہ تھی۔مسز مبین نے ایک بنیاد ڈال دی تھی۔اب بس! انھیں اس روشنی کو مزید پھیلانا تھا۔اپنے سب گھر والوں کو اس روشنی سے آشنا کرانا تھا۔یہ کام آسان نہ تھا' مگر ناممکن بھی نہیں تھا۔اتنا تو انھیں اندازہ ہو ہی گیا تھا۔آسمان کی طرف ایک امید سے دیکھ کر' وہ اسٹیج کی طرف چل پڑی تھیں۔ابھی تو بہت سے کام ان کے منتظر تھے...!!

بفیضانِ دعا: خواجہ خواجگان حضرت خواجہ خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

پاکستانی تاریخ کی سب سے کامیاب رئیل اسٹیٹ لاونچ

# بحریہ ٹاؤن کراچی

BAHRIA TOWN
AUTHORIZED
DEALERS

Ali Saqlain®
REAL ESTATE & BUILDERS
Hafiz Abdul Khaliq
0323-2000313

Hafiz Umer Farooq
0324-2000313
0322-9394826
أبوالقاسم
REAL ESTATE

خط نمبر 42

محمد دانش

# باپ کا بیٹی کے نام خط

## عفت اور نسوانی وقار

میری سعادتمند بیٹی۔ہزار ہا دعائیں!

بیٹی! آپ کے وجود میں سب سے اہم اور قیمتی چیز آپ کی عزت، عفت اور نسوانی وقار ہے۔آپ ماشاء اللہ نوجوان ہیں، مختلف موقعوں پر اور تقریبات میں غیر محرم عزیزوں سے واسطہ پڑتا ہوگا اور اکثر اوقات گھر میں رشتہ داروں اور ملنے جلنے والوں کا آنا جانا رہتا ہوگا، چناں چہ اس دور میں لڑکیوں کو بالکل تنہائی میں بھی نہیں رکھا جاسکتا، لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ ان کی سرشت اور تربیت میں یہ بات کوٹ کوٹ کر بھر دی جائے کہ انھوں نے اپنی عزت، عفت اور نسوانی وقار کی حفاظت خود کرنی ہے۔انھوں نے کاروبارِ زندگی میں بہ وقتِ ضرورت باہر خرید وفروخت کے لیے جانے کی صورت میں بھی ایک باوقار، سنجیدگی اور متانت کا ایسا حصار اپنے گرد کھینچنا ہے، جس کو پار کرنے کی کسی کو ہمت نہ پڑے۔یہ حصار کھینچنے والی بات آپ کو بہت عجیب لگی ہوگی۔آپ کی والدہ نے آپ کی خالہ زاد بہن سے بھی یہی بات کہی تھی تو اس کی گہرائی اور افادیت اُس کی سمجھ میں نہیں آئی تھی اور یہ بات بڑی مضحکہ خیز لگی تھی، لیکن جب اُس نے اپنی عملی زندگی میں قدم رکھا تو اس کے مثبت نتائج اور فوائد سامنے آتے چلے گئے۔ہر انسان کی سب سے قیمتی اور نایاب چیز اس کی عزت ہوتی ہے۔وہ موتی اس آب کی مانند ہوتا ہے جس کے بغیر انمول موتی بے مول ہو جاتا ہے۔ہر معزز اور نیک خاتون اپنی عفت اور عزت کی حفاظت جان سے بھی بڑھ کر کرتی ہے اور ہمارے دینِ اسلام کی رُو سے دنیا میں نیک خاتون سے بہتر کوئی چیز نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”پوری دنیا نفع حاصل کرنے کی چیز ہے اور دنیا کی چیزوں میں سب سے بہتر چیز جس سے نفع حاصل کیا جائے نیک عورت ہے“ (مشکوٰۃ)

ہمارا دین حفظِ ماتقدّم کے طور پر احتیاط کی تعلیم دیتا ہے، تاکہ ایسے حالات پیدا ہی نہ ہونے دیں، جہاں عزت و وقار پر حرف آنے کا خدشہ ہو۔ جنسِ مخالف کی جانب کشش محسوس کرنا اس عمر کا ایک فطری تقاضا ہے، لیکن ایسے فطری تقاضوں پر ضبط کے بند باندھنا ان کو صحیح سمت دینا ہی انسانیت کی دلیل ہے۔

دوسرے یہ کہ اگر ہم اپنے معاشرے میں مردوں کی سوچ اور ذہنیت کا مطالعہ کریں تو جو حقیقت سامنے آتی ہے، وہ یہ ہے کہ ایک بڑی اصلیت مردوں کی ایسی ہے جو لڑکیوں سے دوستی کرنا، گھومنا پھرنا اور ساتھ رہنا وقتی طور پر بہت پسند کرتے ہیں، لیکن دل سے نہ تو وہ ان لڑکیوں کی عزت کرتے ہیں اور نہ ہی ان کو اپنی بیوی بنانا پسند کرتے ہیں۔وہ لڑکیاں انتہائی نادان، بے وقوف اور ناعاقبت اندیش ہوتی ہیں جو وقتی دل لگی اور تفریح کے لیے اپنی پوری زندگی داؤ پر لگا دیتی ہیں اور ساری عمر کا پچھتاوا ان کا مقدّر بن جاتا ہے۔

بیٹی! ضرورت اس امر کی ہے کہ آپ ایک محتاط رویّہ اختیار کریں۔ غیر محرم سے بلاضرورت بات چیت اور میل جول سے حتیٰ الامکان اجتناب کریں، اسے کوئی خاص اہمیت نہ دیں اور سطحی طور پر لیں۔اپنے کام سے کام رکھیں ضروری نہیں کہ اگر کوئی بات کرتا ہے تو وہ کسی خاص مقصد ہی کے لیے ہو۔اپنی عزت و وقار کے تحفظ کے لیے جو حد بندی اور حصار آپ نے قائم کیا ہے، اس کی محافظ آپ خود بن جائیں اور ایسے حالات ہی نہ پیدا ہونے دیں کہ آپ کے قدم ڈگمگانے کا اندیشہ ہو۔خواتین میں ازواجِ مطہّرات سے بڑھ کر کون متّقی اور پرہیزگار ہو سکتا ہے اور نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرامؓ سے بڑھ کر پاک واطہر نفوس کون ہیں، لیکن ان برگزیدہ ہستیوں سے مخاطب ہو کر اللہ سبحانہ تعالیٰ ارشاد فرما رہے ہیں: وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْــَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ (الاحزاب: 53)

اور جب تمھیں نبی کی بیویوں سے کچھ مانگنا ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگو۔یہ طریقہ تمھارے دلوں کو بھی اور ان کے دلوں کو بھی زیادہ پاکیزہ رکھنے کا ذریعہ ہوگا۔

دعاگو

آپ کے ابو

# فرمائشیں

شیخ عظیم ترکر

"ارباز...!!"

"ہوں...!!"

"کتنی دیر کا کام باقی ہے آپ کا...؟"

"بولو تمہیں کیا کام ہے۔" ارباز لیپ ٹاپ بند کر کے درنجف کی طرف متوجہ ہوا۔

"کیا صرف کام کے وقت ہی آپ کو مخاطب کروں...؟" درنجف نے پُر شکوہ نگاہوں سے شوہر کی جانب دیکھا "کیا میں آپ کی سیکرٹری ہوں، جب کوئی کام ہو تب ہی آپ سے بات کر سکتی ہوں...؟؟ زندگی ایک نکتے پر آکر رک گئی ہے ارباز...!! آپ کی، میری اور بچوں کی روٹین اتنی ٹف ہو چکی ہے کہ ہمارے پاس دوسروں کو دینے کے لیے تو کیا، خود کے لیے بھی وقت نہیں رہا...!! آپ اپنی جاب میں... میں اپنی جاب کے ساتھ گھر داری... بچے اپنی پڑھائی میں مصروف... چھٹی کا ایک دن آتا ہے، وہ بھی آپ لیپ ٹاپ پر... میں پورے ہفتے کے رُکے ہوئے کاموں میں اور بچے گیم کھیل کھیل کر وقت گزار دیتے ہیں۔ بس! ایک ہی معمول بنا ہوا ہے!!" درنجف کو محسوس ہو رہا تھا، جیسے وہ ایک جیسے دنوں سے اُکتا گئی ہو۔

"پھر کیا چاہ رہی ہو...!! میں کام دھندا چھوڑ دوں... تم لوگوں کے آگے پیچھے پھرتا رہوں۔" ارباز نے غصے سے لیپ ٹاپ دور کیا۔

"میں نے ایسا کب کہا... بس! ہفتے میں ایک دن کچھ گھنٹے دے دیا کریں۔"

"ہاں...!! ہفتے میں ایک دن...!! پورا ہفتہ ہی تم لوگوں کے لیے محنت کرتا ہوں۔ تم تو ایسے کہہ رہی ہو کہ ایک دن تمہیں دے دوں جیسے میں پورا ہفتہ اپنے یاروں کے ساتھ ہوتا ہوں...!!"

"اوہو! آپ میری بات کا غلط مطلب کیوں نکال رہے ہیں۔" وہ زِچ ہو گئی۔

"دیکھیں بچوں کی بڑھتی ہوئی عمر ہے، ان کا مائنڈ پڑھائی اور موبائل ان دو چیزوں کے گرد ہی چکراتا رہتا ہے۔ تھوڑا ہم انھیں باہر لے کر جائیں گے، یہ دونوں کھیلیں گے، کودیں گے تو ان کی صحت، پڑھائی اور ہر چیز پر اچھا اثر پڑے گا۔" درِّ نجف کو آج یہ اہم کام سر انجام دینا ہی تھا۔ بہت دنوں سے ارباز سے اس کی ملاقات ہی نہ ہو رہی تھی۔ "اچھا ٹھیک ہے! کل سنڈے ہے۔ صبح کی نماز کے بعد تیار ہو جانا۔ ناشتہ باہر ہی کریں گے اور دوپہر سے پہلے واپسی!" ارباز نے تکیہ ٹھیک کر کے رکھا اور لیٹ گیا۔

"اوہو... شِٹ...!!" ارباز نے مکّا بنا کر دوسرے ہاتھ پر مارا۔

"کیا ہوا...!!" درِّ نجف پریشان ہو گئی۔ "Device تو گھر میں ہی رہ گئی۔ پاکستان آسٹریلیا کا میچ آرہا تھا۔ میرا اسیٹ تو ہینڈ فری کے بِنا چلتا ہی نہیں... تم دیکھو! FM پر آرہا ہو تو لگا کے دو۔" آدھے راستے پر ارباز کو اچانک یاد آیا، پھر اس کا موڈ درِّ نجف کے جواب پر بگڑ گیا کہ FM کے کسی بھی چینل سے میچ نہیں آرہا تھا۔ پارک پہنچنے پر بھی وہ چینلز کو سَرچ کرتا رہا، لیکن بے سُود... درِّ نجف بچوں کے ساتھ مل کر کِرکٹ کھیل رہی تھی۔ سات سالہ انیس اور دس سالہ عمر بہت خوش تھے۔ کافی انجوائے کر کے جب وہ لوٹے تو اگلے اتوار کی ترتیب بنانے لگے۔

"سنیں...!! بچوں کے بال بڑے ہو رہے ہیں۔ مجھے گھر ڈراپ کر کے انھیں حجّام کے پاس لے جائیے گا۔ آپ کو نماز بھی وہیں مل جائے گی قریبی مسجد میں۔" درِّ نجف نے ارباز کے موڈ سے ڈرتے ڈرتے اپنی بات مکمل کی۔

"ٹھیک ہے۔" بِنا چون وچرا کیے ارباز مان گئے۔ درِّ نجف کو بھی حیرانی ہوئی۔ گھر پہنچ کر اس نے کھانا چڑھایا، نماز ادا کی اور لائٹ سا میک اَپ کر کے کچن میں آگئی۔ کھانا تیار کر کے سلاد بنا رہی تھی کہ بچے بال کٹوا کر ارباز کے ساتھ واپس آگئے۔ اس نے جلدی سے ٹیبل سجائی۔ "ارباز! پتا ہے اس بار بہت کام ہو گئے۔ کہا

ں تو ایک ہفتے تک کہنا پڑتا تھا اور آپ بِھڑ جاتے تھے کٹنگ کروانے... پھر یاد آیا کہ آپ کا میچ آرہا ہوگا اور وہاں ٹی وی ہوگا' اس لیے حامی بھر لی ہوگی کہ ایک وقت میں دو شکار۔" دُرِّ نجف مسکراتے ہوئے شرارت کے سے انداز میں بولی۔

"تمہیں تو میرے ہر کام ہی سے چڑ ہے۔" دُرِّ نجف ایک دم سے خاموش ہوگئی۔

"گلاس کہاں ہے دوسرا...؟؟ جلدی پیوانس...!! جلدی کرو...!! پتا نہیں کیا مصیبت ہے۔ ابھی نماز بھی پڑھنی ہے۔" ارباز جھنجھلانے لگا۔

"آپ جب بچوں کی کٹنگ کروا رہے تھے' تب بچوں کو چھوڑ کر نماز پڑھ لیتے نا...؟" دُرِّ نجف کا اتنا کہنا تھا کہ غضب ہوگیا۔ "ہاں! ہاں! تمہارا اعلام ہی تو ہوں میں... پتا تھا مجھے... میرا میچ دیکھنا کس قدر برا لگتا ہے تمہیں... خود جو دل چاہے کرو... باندھ لو اپنے پلّو سے مجھے... یہی چاہتی ہو نا تم کہ تمہاری انگلیوں پر ناچتا رہوں۔" ارباز ایک دم ہی بگڑ گیا۔ "قسم لے لیں ارباز...!! میرا یہ مقصد نہ تھا۔ میں نے تو آپ کو بس یہی کہا کہ آپ اگر اس وقت نماز پڑھ لیتے تو وقت بچ جاتا۔" اس کے آنسو نکل آئے۔

"بس! بس! زیادہ ڈرامے کرنے کی ضرورت نہیں... کٹنگ پیر کو بھی ہو سکتی تھی' اگر تم نہ کہتی تو ہم سیدھے ہی گھر آتے... مگر نہیں جی... جب تک ان کی جی حضوری نہ کرو تو قیامت نہ آجائے۔"

دُرِّ نجف خاموشی سے آنسو بہاتی کرسی کھسکا کر اٹھی اور کمرے میں آگئی اور آنکھوں پہ بازو رکھ کے لیٹ گئی۔ بچے الگ سہم گئے تھے۔ نہ جانے کتنے آنسو بہا ڈالے۔ تھوڑی دیر بعد کھٹ پٹ کی آوازیں آرہی تھیں' وہ الماری سے کپڑے نکال رہے تھے۔ وہ چائے بنانے کے لیے خاموشی سے کچن میں آگئی۔ چائے بنا کر بیڈروم میں لے آئی' وہ نہا چکا تھا۔ گلے میں ٹائی باندھے' کوٹ پہنے' ڈھیر سارا پرفیوم اپنے اوپر چھڑک کر اور گھڑی باندھ کر چائے کا کپ اٹھایا۔ چائے پی کر ظہر کی نماز ادا کی۔ گاگلز' والٹ' چابی اور موبائل اٹھا کر باہر نکل گئے۔ راستے سے نئے پارٹنر عمار کو لینا تھا۔ چند ہی ملاقاتیں ہوئی تھیں۔ آج دونوں نے سی سائٹ جانا تھا۔

"لگتا ہے آپ جلدی میں یوں ہی اٹھ آئے ہیں عمّار صاحب!!" عمّار آج ٹراؤزر اور جاگرز میں آیا تھا۔ اسے دیکھتے ہی ارباز کے دل میں پہلا جو خیال آیا' وہ سلام دعا کے بعد اسے اپنے ہونٹوں پہ لے آیا۔

"ہاہاہاہا... ارے! کیا بتاؤں آپ کو ارباز خاقانی صاحب...!! بات دراصل یہ ہے کہ ہماری جو زوجہ محترمہ ہے نا... انھیں ہمارے نارمل ڈریس سے سخت چڑ ہے اور یوں جو چھٹی والے دن ہمیں کہیں کام سے جانا پڑ جائے تو توبہ... توبہ... توبہ!!" عمار صدیقی نے کانوں کو ہاتھ لگائے اور ہنسنے لگا۔ "ابھی بھی بڑی مشکل سے اجازت لے کر نکلا ہوں۔ وہ بھی صرف ڈیڑھ گھنٹے کی...!! کیا بتاؤں...؟ یہ بیویاں بھی نہ بس!! چلیں چھوڑیں اس ٹاپک کو۔ آپ بتائیں... راشد ہمدانی سے آپ نے نقشے بنوائے تھے؟" عمار صدیقی نے اپنے طور پر بات ختم کر کے کام کی بات شروع کر دی تھی' لیکن ارباز کا ذہن اس کی ان ہی گھریلو باتوں میں الجھا رہا۔ راستہ کٹ گیا۔ سائٹ پر آکر انھوں نے اپنا کام شروع کیا' وہاں پہلے ہی سے ان کے چند بندے موجود تھے' لیکن ارباز کا بالکل بھی کام کی طرف دھیان نہ لگ رہا تھا۔ "معذرت کے ساتھ عمّار! آج کچھ طبیعت ساتھ نہیں دے رہی۔ باقی کام اگلی دفعہ کر لیں گے!" ذہنی جنگ سے تھک کر آخر اس نے معذرت کر لی۔ "چلیں ٹھیک ہے۔ کوئی بات نہیں!!" عمّار صدیقی نے فائل بند کی۔ "ویسے آپس کی بات ہے' اگر آپ برا نہ مانیں تو میں بتاؤں آپ کو... آپ کی طبیعت نہیں' ذہن پریشان لگ رہا ہے۔"

"کیا آدمی ہے یہ...!!" ارباز سوچ کر رہ گیا۔ "شیئر کرنے سے مسائل حل ہو جاتے ہیں۔ اگر آپ چاہیں تو کسی پُر فضا مقام پر چلتے ہیں۔ آپ کا دل بھی ہلکا ہو جائے گا' لیکن اس سے پہلے مجھے پرائم منسٹر سے اجازت لینا ہوگی' کیوں کہ چھٹی کے دن کا پورا حق بیوی بچوں کا ہوتا ہے۔" ایک بار پھر زوردار اینٹ ماری تھی عمار نے۔

"آں... ہاں! چلیں چلتے ہیں۔" ارباز نے گاڑی کی طرف قدم بڑھا دیے۔ عمّار صدیقی دروازہ کھول کر بیٹھنے ہی لگا تھا کہ اس کا فون بج اٹھا۔

"دو گھنٹے سے اوپر ہو چلے ہیں۔ عمار! آپ اپنا وعدہ بھول گئے ہیں شاید!" آواز واضح طور پر ارباز تک پہنچ رہی تھی۔

"اوہ!! معذرت...!! دو گھنٹے گزر بھی گئے پتا ہی نہ چلا۔"

"جی ہاں! آپ کو کیسے پتا چلے گا... آپ تو مصروف ہیں۔ ہم جو آپ کے انتظار کی آگ میں پل پل جل رہے ہیں۔" اسپیکر سے کھنکتی ہوئی آواز آئی۔

"ارے پیاری بیگم... وعدہ... اگلے اتوار زیادہ وقت دے دوں گا' لیکن ابھی تھوڑا مسئلہ ہے سرکار!!" عمّار بات کرتے گاڑی سے باہر آگیا۔

"خیر تو ہے! کیا مسئلہ ہے؟" "یار! ایک گدھے کو سُدھانا ہے۔"

"کون سا گدھا ہاتھ آگیا ہے؟ اور آپ کو کب سے جانوروں کی اتنی معلومات ہوگئی ہیں جو..." "او' یار...!! انسانی گدھا... سمجھا کرو...!!"

"بری بات عمار!! اَلْغِیْبَۃُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا آپ انسان کو گدھا کہہ رہے ہیں۔"

"معذرت یار...!! آکر تمہارے کان پکڑ لوں گا۔ تھوڑا لیٹ ہو جاؤں گا۔ پریشان مت ہونا چندا...!! میں کسی لڑکی کے ساتھ نہیں ہوں بلکہ آفیسر کے ساتھ ہوں۔ ٹھیک ہے اللہ حافظ!"

"خیریت! کیا کسی اور کی بھی کال آگئی تھی۔" ارباز نے دیر سے آنے کی وجہ دریافت کی۔ "نہیں باس!! بیوی ہی تھی۔ بیوی سے بات کرنے میں جو مزہ ہے' وہ کسی اور میں کہاں۔" عمّار نے آنکھ مارتے ہوئے کہا۔ "جی...!! تو فرمائیے سر اپنا مسئلہ؟"

ارباز کیسے بتاتا اپنا مسئلہ...!! وہ تو ہمیشہ خود کو درست سمجھتا تھا۔ بیوی پر چیخ چلّا کر' اس کی توہین کر کے اپنی انا کو تسکین پہنچانے والا مرد تھا۔ اس کے نزدیک عورت کی کوئی ویلیو نہ تھی۔ جب چاہا دُھتکار دیا اور جب چاہا گلے لگا لیا۔ بیوی بچوں کے ساتھ وقت گزارنے کو وقت کا ضائع ہونا سمجھتا تھا۔ وہ کیا بتاتا... کہ 11 سالہ ازدواجی زندگی میں اس نے کبھی بیوی کی تعریف نہ کی تھی۔ کبھی سج سنور کے وہ خود پوچھ بھی لیتی تو وہ کیا جواب دیتا تھا...؟؟ یہی کہ "ظاہر ہے' جب تھوپ تھاپ کے ماڈل بننے کی کوشش کرو گی تو لگو گی بھی...!!" وہ اس کے طنز پر جب ہونٹ کاٹتی تو ارباز کو کتنی تسکین ہوتی تھی۔ اس نے سجنا سنورنا ہی چھوڑ دیا۔ جب وہ کسی بات پر چیختا تو وہ کہتی "ارباز پلیز... آہستہ بات کریں' بچے سن لیں گے۔" "تو وہ کیا کہتا..." "ہاں! چیخوں گا...!! بچوں کو بھی پتا چلنا چاہیے کہ ان کی ماں کیسی عورت ہے۔" وہ لب بھینچ کر وہاں سے ہٹ جاتی۔

ارباز کیا بتاتا... کیا کیا بتاتا...؟؟

عمّار کہتا ہے : ” چھٹی کا دن بیوی بچوں کا ہوتا ہے۔“ ارباز کے کانوں میں اپنی ہی آواز گونج رہی تھی : ” پھر کیا چاہ رہی ہو؟ میں کام دھندا چھوڑ دوں‘ تم لوگوں کے آگے پیچھے پھرتا رہوں۔“ عمّار کہتا ہے : ” اگر زیادہ دیر گھر سے باہر رہوں گا تو پرائم منسٹر سے اجازت لوں گا۔“ ”اور میں...“ باندھ لو اپنے پلّو سے مجھے... یہی چاہتی ہو نا... تمہاری انگلیوں پر ناچتا رہوں میں... ! !“ عمّار بیوی کو وقت کم دیتا ہے تو کہتا ہے : ” اوور ٹائم لگا لوں گا۔“ ”اور میں...“ ”جب تک ان کی جی حضوری نہ کرو... قیامت نہ آجائے۔“ ارباز دونوں ہاتھوں سے سر تھام کے پتھر پر آبیٹھا۔

”کیا سوچنے لگے ہو دوست... ! !“ عمّار نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو وہ چونک گیا۔ ”سوچ رہا ہوں... تمہارا رویّہ درست ہے اپنے گھر والوں کے ساتھ یا میرا؟“ وہ دور گہرے سمندر پر نظریں گاڑ کر بولا۔

”نہ میرا اور نہ تمہارا... ! !“ عمّار اس کے برابر پتھر پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ ارباز نے اچھنبے سے اس کو دیکھا۔ ”ہمارے نبی پاک ﷺ کا رویّہ جو اپنے اہل وعیال کے ساتھ تھا‘ بس ! وہی درست ہے اور اِسی کے مطابق ہمیں چلنا چاہیے۔ دیکھو بھائی ! یہ جو عورت ذات ہوتی ہے نا... یہ ٹیڑھی پسلی کی پیدائش ہے اور راز کی بات ہے کہ یہ ہوتی بھی ٹیڑھی ہی ہے۔ اِسے ہم اس کے ٹیڑھے پن سمیت نکاح کے وقت تو قبول کر لیتے ہیں‘ لیکن اس کے بعد اسے سیدھا کرنے کی کوشش میں عمریں اور زندگیاں برباد کر دیتے ہیں۔ ارے بھائی ! اگر تم کو یہ ٹیڑھے پن کے ساتھ قبول نہ تھی تو شادی ہی کیوں کی تھی۔ اب بلاوجہ اُسے سُدھانے کی خواہش ! ! اور ساتھ ساتھ گھر کا ماحول‘ معصوم بچوں کا ذہن سب خراب ہو جاتا ہے۔“ عمار نے ایک چھوٹا سا پتھر اٹھا کر دور اُچھالا۔ چند لمحوں کے اِرتعاش کے بعد سمندر میں پھر سکون ہو گیا تھا۔

”ارباز ! بات یہ ہے کہ جب لڑکی ہمارے گھر آتی ہے تو بہت سی خواہشات اور بہت سی تمنّائیں‘ جو نہ جانے کس عمر سے وہ اپنے دل میں پال رہی ہوتی ہے۔ سنبھال سنبھال کے‘ کسی نازک آبگینہ کی طرح رکھ رہی ہوتی ہے۔ جسے شادی ہونے سے پورا ہونا سمجھتی ہے‘ جس میں 90 فی صد لڑکیوں کے ارمانوں کا خون کرنے والے ہم ہی ہوتے ہیں‘ یا ہماری اَنا ہوتی ہے۔ یہ بات اس وقت ہمیں معلوم ہوتی ہے‘ جب ہماری بیٹی کی شادی ہو رہی ہوتی ہے‘ لیکن اس وقت سمجھنا بے کار ہوتا ہے۔

ارباز ! ہم ان کے ارمانوں کا خون کرتے ہیں‘ وہ لب سی کے برداشت کر لیتی ہیں (اور ایسا نیک ماں باپ کی تربیت یافتہ لڑکیاں ہی کرتی ہیں) ہم ان پر بات بات پر اپنی مرضی ٹھونس رہے ہوتے ہیں۔ مزید کچھ وقت گزرنے پر ان کی بے جا توہین اپنا وطیرہ بنا لیتے ہیں اور وہ اس کے جواب میں فقط چند آنسو بہا لیتی ہیں‘ جو ہماری تسکین کا سبب بن جاتے ہیں اور جو لڑکیاں اپنے حق میں دو لفظ بول لیں تو انھیں بد نُما داغ کا تحفہ تھما کے ان کے ماں باپ کے گھر چلتا کیا جاتا ہے اور مرد دونوں صورتوں میں سینہ چوڑا کیے رہتا ہے۔“ ارباز بہت دیر سے جوتے کی نوک سے پتھر پر ٹھونگیں مار رہا تھا‘ وہ پتھر ٹوٹ کے لُڑھکتا ہوا پانی میں کہیں گم ہو گیا۔

”افسوس ہے ایسی مردانگی پر... مسئلہ پتا ہے کہاں سے شروع ہوتا ہے... ! ! ہمارے ہاں لڑکوں کی تربیت کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی‘ وہ بیوی تو کیا... ماں باپ کو بھی ان کا صحیح مقام نہیں دے پاتے اور جنت چھوڑ کر اپنے ہی اعمال سے جہنم خرید لیتے ہیں۔ وہ لڑکی جو اپنے پیار کرنے والے رشتوں کو نکاح کے چند بولوں پر قربان کر دیتی ہے... ہمارے لیے اپنا تن‘ من‘ دھن سب وار دیتی ہے تو ہم اسے اپنے پاؤں کی جوتی سمجھنے لگتے ہیں۔ ارے ! وہ سارا دن تمہارے گھر کے کاموں میں خود کو خرچ کر دیتی ہے‘ صبح سے لے کر رات تک خود کو تھکا ڈالتی ہے‘ پھر رات میں جب ہم گھر جاتے ہیں‘ تب بھی مسکرا کر ملتی ہے۔ کیا اس کا اتنا بھی حق نہیں بنتا کہ ہم اسے گھر میں داخل ہوتے ہوئے سلام کریں۔ یہ تو ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ کا طریقہ ہے گھر میں داخل ہوتے وقت مسکرا کر سلام کرنے کا۔

ہم نے خود اپنے آپ کو پیسا کمانے کی مشین سمجھ لیا ہے۔ بس پیسا کمانا ہمارا مقصد ہے۔ باقی رشتے ناطے سب گئے پیچھے۔ ہمارے نبی پاک ﷺ بچوں کے ساتھ کھیلا کرتے تھے‘ انھیں کندھوں پہ بٹھا کر سواری کراتے تھے۔ بچوں کو بھی وقت دیتے تھے۔ ہم اپنے بچوں کے ساتھ کتنا کھیلتے ہیں... ارباز میں سمجھتا ہوں کہ سمجھ دار کے لیے اتنی ہی بات کافی ہے اور مجھے بہت دیر ہو چکی ہے اور اگر میں اب بھی گھر نہ پہنچا تو زوجہ محترمہ کے ہاتھوں میری خیر نہیں ہو گی ! !“ عمّار صدیقی مسکراتا ہوا کھڑا ہوا تو ارباز نے بھی اس کی تعظیم کی۔ گاڑی میں بیٹھتے ہوئے عمّار کی آواز پر ارباز چونکا... کیوں کہ اس کی نظریں سامنے نئی نویلی جوڑی پر گڑی تھیں‘ جو کِھل کِھلا کر ہنستے ہوئے بُھٹا خرید رہے تھے۔ اس کی نظروں کے سامنے وہ لمحہ گھوم گیا‘ جب ایک بار وہ درِّ نجف کے ساتھ یہاں آیا تھا اور اس نے بُھٹا کھانے کی فرمائش کی تھی‘ جس کے جواب میں ارباز نے بے سوچے سمجھے یہ کہہ دیا : ”بُھٹا بھی کوئی کھانے کی چیز ہے... ! !“

”آں... ہاں ! ! ایک منٹ پلیز ! !“ نہ جانے کس جذبے کے تحت ارباز گاڑی سے اترا اور بُھٹا لینے چلا گیا۔ عمّار صدیقی کو ڈراپ کرنے کے بعد بھی اُسے کئی چیزیں ایسی نظر آئیں‘ جن کی ایک بار کے بعد درِّ نجف نے دوسری بار فرمائش نہ کی تھی۔ وہ چھوٹی چھوٹی فرمائشیں ہی تو تھیں‘ کیا تھا اگر دل رکھنے کے لیے وہ انھیں پوری کر دیتا ! مگر آج وہ ساری ہی چیزیں خریدتا چلا گیا۔ گھر پہنچ کے اس نے دروازے ہی سے آواز لگائی۔

”درِّ نجف... ! درِّ نجف... !“ وہ خوف کے مارے کچن سے بھاگتی ہوئی آئی کہ پتا نہیں اس سے کیا غلطی ہو گئی ہے اور ارباز کے ہاتھوں میں اتنا سارا سامان دیکھ کر ٹھہر گئی۔ ”یہ لو... ! !“ ارباز نے سامان پکڑاتے ہوئے کہا۔

”یہ کیا ہے... ارباز؟“ درِّ نجف حیرانی سے بولی۔

”یہ کہنے کو تو کوئی ساری چھوٹی چھوٹی چیزیں ہیں‘ جو کئی موقعوں پر میں تمہیں دے نہ سکا‘ لیکن اس میں شامل میری محبت بے مول نہیں ہے۔“ آخری جملہ پورا کرنے سے پہلے وہ اپنا رخ دوسری طرف موڑ چکا تھا۔ شاید وہ آنسو ضبط کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ درِّ نجف نے آگے بڑھ کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

# گڈّو میاں بنے پولیس

"ہینڈز اپ...!! خبردار جو ہلنے کی کوشش کی...!!"

ج، ج، ج، جناب... پولیس میاں!! ہم نے کیا جرم کیا ہے؟" جی... پولیس مین گڈّو میاں تھے اور مجرم چاچو جی...!! دراصل ابو جی کے دوست نے گڈّو میاں کو پولیس مین کی وردی تحفے میں دی تھی اور اب گڈّو میاں دن رات اس تحفے کو اپنی جان سے چمٹائے یعنی پہنے رہتے تھے

اس ڈریس کے ساتھ لٹکتی ڈوری میں ننھی سی سیٹی اور پاکٹ میں سے جھانکتی ننھی سی پستول... گڈّو میاں ہر کسی کو ڈرانے کے لیے استعمال کرتے تھے۔ گھر کا کوئی بھی فرد ان کو مشکوک لگتا تو اس پر پستول تان کر کھڑے ہو جاتے اور اگر وہ فرار ہونے کی کوشش کرتا تو سیٹی بجا کر سب کو خبردار کر دیتے۔ آج صبح سے ہی شدید گرمی تھی۔ دوپہر کو دھوپ کی شدت کی وجہ سے گلی میں بھی سنّاٹا تھا۔ امی جی بھی اپنے کام جلدی سے نمٹا کر اپنے کمرے میں پنکھے کے نیچے سونے کے لیے لیٹ گئیں۔ گڈّو میاں بھی جو کہ پولیس میاں کہلوانا پسند کرتے تھے۔ لیٹے لیٹے ایک دم کھڑے ہوگئے۔ ان کی چھٹی حِس پولیس مین بننے کے بعد کچھ زیادہ ہی بیدار رہنے لگی تھی۔ امی جی کو سویا ہوا پا کر گڈّو میاں دبے پاؤں کمرے سے نکلے۔ صحن میں انھیں کچھ کھٹ پَٹ کا احساس ہوا۔ امرود کے درخت کے پیچھے اِک سایہ سا لہرایا۔ گڈّو میاں الرٹ ہوگئے... پستول کو ہاتھ میں تھاما اور چپکے چپکے درخت کے قریب پہنچے۔ "کون ہے...؟؟ خبردار! جو کوئی حرکت کی تو!!" اور ساتھ ہی سیٹی بجادی۔ "میّاؤں... میّاؤں ...!!" بلی سیٹی کی آواز سن کر صحن کی دیوار پھلانگ گئی۔ مگر پیچھے سے گڈّو میاں کا کان سختی سے مروڑا گیا ... یہ امی جی تھیں، جو پولیس میاں کو اب کمرے میں بند کرنے جا رہی تھیں۔

# گڈّو میاں حوالات میں

"میں تمھیں آج چھوڑوں گا نہیں... کیا سمجھتے ہو تم اپنے آپ کو... میرے ساتھ میرے دوست بھی تمہاری پٹائی لگائیں گے... مجھے اکیلا مت سمجھنا ... میرا بھی پورا گروپ موجود ہے، سمجھے...!!" زید اور سلیم کی لڑائی زوروں پر تھی۔ اب تو اس لڑائی میں ان کے دوست بھی شامل ہوگئے تھے۔ محلّے کے میدان میں عجب شور مچا ہوا تھا۔ گڈّو میاں بھی سپارہ پڑھ کر ابھی میدان پہنچے تھے۔ اس طرح سب کو لڑتا دیکھ کر گڈّو میاں کچھ پریشان ہونے لگے کہ اچانک پولیس موبائل کا ہارن سنائی دیا۔ پتا نہیں کس نے پولیس کو فون کر دیا تھا۔ پولیس میدان میں ہر طرف پھیل گئی اور سپاہی سب بچوں کو پکڑ کر گاڑی میں ڈالنے لگے۔ چند لڑکوں نے پُھرتی دکھائی اور بھاگ نکلے اور کچھ پولیس کے ہتھے چڑھ گئے۔ "چلو گاڑی میں... اب تمہارے باپ آکر ہی تھانے سے تمھیں لے جائیں گے!! آپس میں دشمنوں کی طرح لڑتے ہو...؟" ایس ایچ او صاحب غصے میں تھے۔ گڈّو میاں یہ سب منظر بڑی دلچسپی سے دیکھ رہے تھے کہ ایک سپاہی گڈّو میاں کی جانب بڑھا۔ "نہیں، نہیں، میں نے کچھ نہیں کیا؟ میں ان کے ساتھ شامل نہیں تھا! میں تو کھیلنے آیا تھا۔" گڈّو میاں مِنمنائے۔ "اوئے!! سب یہی کہہ رہے ہیں... پکڑو اس چھوٹو کو، بلکہ اُٹھا کر ڈالو گاڑی میں...!!" کانسٹیبل بولا۔ گڈّو میاں باقاعدہ رو رہے تھے، مگر کوئی ان کی فریاد نہیں سن رہا تھا۔ "ہائے میرا گڈّو...!! آپ جلدی جائیں۔ پتا نہیں حوالات میں کیا حال ہوگا میرے بچے کا...؟؟" امی جی بے حال ہو کر رو رہی تھیں۔ "ہاں بھئی! جا رہا ہوں۔ پتا نہیں کیا ہوتا جا رہا ہے اِس لڑکے کو...!!" ابو جی غصے سے بولے اور باہر نکلے۔ "ابو جی...!!" گڈّو... ابو جی کے گلے لگ کر سِسک رہا تھا۔ "معاف کیجیے گا جناب...!! ہمیں بعد میں پتا چلا کہ آپ کا بیٹا بے قصور تھا۔ وہ ان لڑکوں کے ساتھ شامل نہیں تھا، مگر وہاں کھڑا ہونے کی وجہ سے غلط فہمی کی بنا پر گھیر لیا گیا۔" ایس ایچ او صاحب نے اپنے مخصوص لہجے میں وضاحت اور معذرت کی۔ ابو جی نے ان کی بات سن کر سر ہلایا اور گڈّو کے بال سہلائے۔ گڈّو میاں کے سر سے آج بھاری بوجھ ہٹ گیا تھا، ورنہ تو یہ حوالات میں وقت گزرنے والا الزام بڑا رسوائی والا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے گڈّو میاں کی مدد کی اور اس الزام سے بری کیا، جس پر گڈّو میاں دل ہی دل میں اللہ کا شکر ادا کرنے لگے۔

اہلیہ محمد فیصل

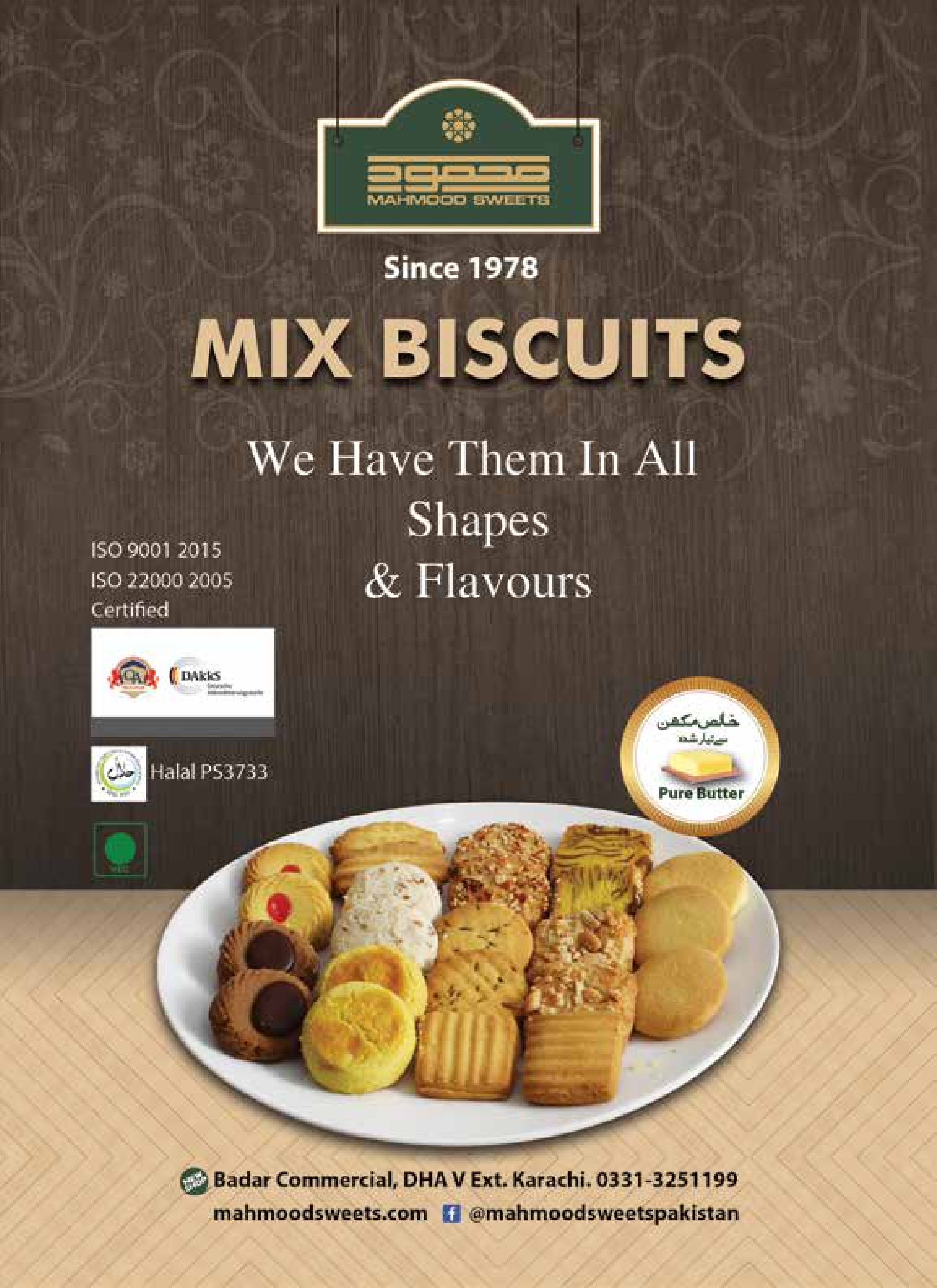
MAHMOOD SWEETS
Since 1978
MIX BISCUITS
We Have Them In All
Shapes
& Flavours
ISO 9001 2015
ISO 22000 2005
Certified
DAkkS
Halal PS3733
خالص مکھن
سے تیار شدہ
Pure Butter
Badar Commercial, DHA V Ext. Karachi. 0331-3251199
mahmoodsweets.com
@mahmoodsweetspakistan

# دلاری کی دادی

ڈاکٹر الیاس روحی

وہ ایک چھوٹی سی لڑکی تھی۔ نام تو اس کا رانی تھا، مگر اس کی دادی اسے دلاری کہتی تھیں، کیوں کہ وہ بہت ہی گوری اور پیاری تھی۔ دُلاری کی دادی بہت بوڑھی تھیں۔ وہ اپنی پوتی دلاری سے بہت پیار کرتی تھیں۔ وہ مٹھائی بہت شوق سے کھاتی تھی۔ اس کی دادی اسے ہر چیز کھلانا چاہتی تھیں۔ اس لیے وہ لوکی اور ترئی بھی اسے کھلاتی تھیں۔ وہ بہت سی چیزوں کو پکڑنا چاہتی تھی۔ اس لیے وہ قینچی، چھری اور اس جیسی اور بھی خطرناک چیزیں چھپا کر رکھتی تھیں۔ دادی جب ٹوکری لے کر بازار جاتیں تو کبھی حلوہ پوری، کبھی جلیبی اور کبھی برفی دلاری کو لا کر کھلاتیں۔ صراحی کا رکھا ٹھنڈا پانی دادی کو بہت اچھا لگتا تھا، اس لیے دلاری بھی وہی پانی پیتی تھی۔ دادی امی سے زیادہ اس کی تندرستی کا خیال رکھتی تھیں۔ جب کبھی گھر کے دروازے پر کوئی بھکاری آتا تھا تو دادی اسے دلاری کے ہاتھوں سے پیسے دلواتیں اور کہتیں کہ "بچے کے ہاتھ سے صدقہ دلانے سے بلائیں ٹلتی ہیں۔" ابا کی نوکری کی ہر اتوار کو چھٹی ہوتی تو کوئی نہ کوئی ان سے ملنے چلا آتا۔ کبھی چاچا چاچی، تایا تائی، کبھی نانا نانی تو کبھی ماموں اور ممانی وغیرہ۔ سب ہی دلاری اور دلاری کی باجی کو پیار کرتے۔ دلاری کی باجی کے بال بہت بڑے تھے، اس لیے وہ دو چوٹی باندھ کر اسکول جاتی تھی۔ دلاری کے ساتھ جب بھی باجی کھیلتی، اس کی مس بن جاتی اور اسے لکھنا پڑھنا سکھاتی، لیکن دلاری لکھتے پڑھتے کھیلنے لگ جاتی اور اپنی گڑیا لے آتی، جسے وہ "گڈی" کہتی تھی۔ اس کے کپڑے دادی نے سلائی کر کے دیے تھے۔ گڈی سرخ رنگ کے کپڑوں میں دلہن لگتی تھی۔ دادی کو چنبیلی کے پھول اچھے لگتے تھے، جب بھی وہ کانوں میں انھیں پہنتی تھیں تو دلاری ان سے کھیلتی تھی۔ دادی قصائی سے گوشت لاتی اور اس کی صفائی کرتیں۔ دھوبی سے کپڑے دُھلواتیں، جب بھی بچے شرارتیں کرتے تو پٹائی کرتیں۔ رات کو دادی سے بچے مزے سے کہانی سنتے۔ دلاری ان کے ساتھ ساتھ رہتی، پھر سب کو دادی بن کر دکھاتی۔ سب دلاری پر ہنستے اور دادی اس پر واری جاتیں۔ دلاری کا بڑا بھائی "کاشی" ہاکی بہت کھیلتا تھا۔ وہ تیزی سے سائیکل چلاتا تھا۔ جب گھر میں کسی کی بھی جوتی ٹوٹ جاتی تو وہ موچی کے پاس لے جاتا۔ موچی جوتی کی سلائی اچھی طرح کرتا۔ ایک روز دلاری اپنے بھائی کے ساتھ چور سپاہی کھیل رہی تھی۔ وہ میز کے نیچے چھپ گئی۔ جہاں ایک مکڑی بہت دیر سے ایک جالا بُن رہی تھی۔ کبھی وہ جالا بناتی اور کبھی وہ جھولنے لگتی۔ چیونٹی وہاں سے گزری تو بولی: "دیکھ کر بہن! کہیں جال میں نہ پھنس جانا۔" مکڑی ہنسی۔ "سنو! میرے پیروں میں جادو ہوتا ہے۔ میں اپنے جال سے نکل جاتی ہوں۔ دلاری اس چیونٹی سے بولی: "تم میرے ساتھ کھیلو گی؟" چیونٹی بولی: "نہ بھئی! مجھے بہت کام ہے۔ محنت میں عظمت ہے۔ اچھا اب میں چلتی ہوں۔" اتنے میں دلاری کی بلی اس کے پاس آگئی، جس کا رنگ سفید تھا۔ اس کے گلے میں ایک گھنٹی تھی۔ جب وہ بلی چلتی تھی تو ٹرن ٹرن کی آواز آتی تھی۔ دادی سے چھپ کر دلاری اس بلی کو اپنا دودھ بھی پلا دیا کرتی تھی۔ بلی دلاری کے کمرے میں کھڑکی پر بیٹھتی تھی۔ دادی نے ایک مرغی پالی تھی۔ وہ مرغی ہر روز انڈہ دیتی تھی، جسے ابال کر دادی سردی میں اس کی زردی دلاری کو کھلاتی تھیں۔ بلی اور مرغی جب آپس میں لڑتی تھیں تو دادی ان دونوں کو ڈانٹتی تھیں۔ ابھی تھوڑی ہی دیر پہلے دادی نے مچھلی پلیٹ میں رکھی تھی۔ بلی منہ دبائے دلاری کے پاس چلی آئی۔ دلاری نے جلدی سے میز کے نیچے بلی پر چادر ڈالی۔ کاشی بھائی نے یہ دیکھ لیا۔ دادی نے دونوں کی خاموشی سے جان لیا تھا کہ بلی یہیں کہیں چھپی ہے۔ دادی میز کے نیچے جھکیں تو دیکھا کہ بلی ساری مچھلی کھا چکی تھی۔ یہ دیکھ کر دلاری اور کاشی ہنسنے لگے اور دادی بھی دھیرے سے مسکرا دیں۔

| | | | |
|---|---|---|---|
| بھکاری | فقیر | تندرستی | صحت مندی |
| موچی | جوتا سینے والا | زردی | انڈے کا پیلا رنگ |

# دروازہ

ماہ نور

مسٹر اور مسز علی کا اکلوتا بیٹا بہت شریر تھا'اس میں ایک غلط بات یہ تھی کہ وہ جب بھی دروازہ بند کرتا تو زور سے بند کرتا تھا'اس کے گھر والے اس کی اس عادت سے پریشان تھے۔اس کی امی نے اسے بہت سمجھایا'لیکن اس پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ایک دن وہ شام کو کھیل کر گھر واپس آرہا تھا'اسے راستے میں یوں محسوس ہوا جیسے وہ گھر کا راستہ بھول گیا ہے'پھر وہ کافی دیر تک گھر کا راستہ تلاش کرتا رہا'مگر گھر اسے نہ ملا۔آخر وہ ایک ایسی جگہ پہنچا'جہاں پر کوئی نہ تھا سوائے اُن دو دروازوں کے۔اسد ان میں سے ایک دروازے میں داخل ہوا'جب اندر گیا تو اسد نے دیکھا کہ ایک آدمی کرسی پر بیٹھا ہے'وہ آدمی اسد سے کہتا ہے: "دروازہ بند کر کے یہاں آؤ۔" اسد زور سے دروازہ بند کرتا ہے'جس سے وہ آدمی بیٹھے بیٹھے گر جاتا ہے۔وہ آدمی اسد کو ڈانٹتا ہے'لیکن اسد پر اس کی ڈانٹ کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔وہ آدمی اسد کو کہتا ہے: "میں جانتا ہوں کہ تم اپنے گھر کا راستہ بھول گئے ہو'مگر میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں'اگر تم میری بات پر عمل کرو تو؟" اسد انتہائی بے پروائی سے کہتا ہے: "میں تمہاری بات پر کیوں عمل کروں؟" تب اس آدمی نے اسد سے کہا: "تم اپنی اس بری عادت کو ختم کرو'جس سے سب پریشان ہیں۔کیا تم دروازہ آرام سے بند نہیں کر سکتے ہو؟"

اسد نے کہا: "تمہیں کیا'میں جو بھی کروں...! مجھے صرف گھر جانا ہے۔"

وہ آدمی اسد سے کہتا ہے: "ٹھیک ہے چلے جاؤ'لیکن پہلے وہ دروازہ بند کر دو۔"

اسد اٹھا اور اپنی عادت کے مطابق دروازہ زور سے بند کیا اور اس طرح وہ آدمی پھر گر گیا۔اس کے دوبارہ گرنے پر اسد بہت ہنسا'لیکن اس آدمی کو اسد پر بہت غصہ آیا اور اس نے اسد کو ڈانٹتے ہوئے کہا: "تم نے میری بات پر عمل نہیں کیا نا'اس لیے میں تمہیں ایک ایسی جگہ بھیج رہا ہوں'جہاں تمہیں احساس ہوگا کہ اگر تم میری بات پر عمل کر لیتے تو زیادہ اچھا ہوتا۔" اس آدمی نے اسد کو دوسرے دروازے سے باہر بھیج دیا۔

اسد کو جہاں بھیجا گیا وہ ایک شہر تھا۔اسد ایک طرف ہو کے چلنے لگا'راستے میں اسے ایک بچہ ملا'جو اس کی ہم عمر تھا۔اسد نے اسے تمام بات بتادی تو وہ لڑکا اسد کو اپنے گھر لے گیا۔گھر آکر اس نے اپنی امی سے کہا: "امی! یہ اپنے گھر کا راستہ بھول گیا ہے۔" اس کی امی نے اسد کو پیار سے کہا: "بیٹا! گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔میں تمہارے گھر کا راستہ جانتی ہوں۔تم جا کے ہاتھ منہ دھو لو۔کھانے کے بعد ہم تمہارے گھر چلتے ہیں۔" اسد نے حامی بھر لی'وہ منہ ہاتھ دھو کر غسل خانے سے باہر نکلا تو جیسے ہی عادت کے مطابق اس نے زور سے دروازہ بند کیا تو اس گھر کی تمام چیزیں گر کے ٹوٹ گئیں'ایسا لگا جیسے زلزلہ آگیا ہو۔اسد فوراً وہاں سے بھاگا'پھر وہ ایک دکان میں گیا'وہاں پر بھی یہی ہوا۔دکان کے مالک نے پولیس سے اسد کی شکایت لگادی'اسد وہاں سے بھی بھاگا۔آخر وہ اتنا تھک گیا کہ اس میں چلنے کی ہمت ہی نہ رہی'وہ کسی بند دکان کے چبوترے پر بیٹھ گیا۔اب وہ مایوس ہو کر رونے لگا۔اسے اپنا گھر'امی'ابو یاد آرہے تھے۔وہ سوچ رہا تھا کہ کاش... وہ اس آدمی کی بات مان لیتا تو اتنا سب نہ ہوتا کہ اچانک اس نے خود کو کسی ویران جگہ پر پایا۔اس نے دیکھا کہ وہی دو دروازے اس کے سامنے ہیں'پھر وہ ان میں سے ایک دروازے میں داخل ہو جاتا ہے تو کیا دیکھتا ہے کہ وہی آدمی اب بھی وہیں پر بیٹھا ہوا ہے۔اب کی بار اسد نے دروازہ آہستہ سے بند کیا۔اسد اس آدمی کے پاس گیا اور روتے ہوئے کہنے لگا: "مجھے معاف کر دیں۔میں آئندہ ایسا نہیں کروں گا۔مجھے گھر جانا ہے۔"

تب وہ آدمی اسے پیار سے کہتا ہے: "ٹھیک ہے۔اب تم اچھے بچے بن گئے ہو۔جاؤ! اس دروازے سے باہر تمہیں تمہارا گھر خود ہی مل جائے گا۔"

اسد جیسے ہی باہر نکلتا ہے تو دونوں دروازے غائب ہو جاتے ہیں... اسد کی امی اسے آواز دے رہی تھیں کہ "اٹھ جاؤ! اسکول نہیں جانا کیا؟" اس پر اسد کی آنکھ کھلتی ہے اور وہ یہ دیکھتا ہے کہ وہ اپنے گھر میں ہے۔وہ سمجھ جاتا ہے کہ وہ خواب دیکھ رہا تھا۔ایسا خواب'جس میں اس کی بُری عادت چھوٹ گئی تھی'وہ شکر کر رہا تھا کہ وہ اپنے گھر میں ہی ہے۔اسد نے عہد کیا کہ وہ آج سے اپنی تمام بُری عادتوں کو چھوڑ دے گا۔

## ماہنامہ فہمِ دین
## ستمبر کے نئے سوالات

پیارے بچو! یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ انعامات ہی انعامات میں جو آپ سے سوالات کیے جاتے ہیں، اُن کے جوابات پچھلے شماروں میں سے تلاش کر کے دیے جاتے ہیں، مگر اس بار امتحان ہے آپ کی ذہانت کا اور آپ کے علم کا؟ یہ سوالات پچھلے شماروں سے نہیں ہیں۔

سوال نمبر 1: کیا مچھلی کا گوشت کھانا سنت ہے؟

سوال نمبر 2: کیا پیارے نبی ﷺ کا سایہ سورج یا چاند کی روشنی میں نظر آتا تھا؟

سوال نمبر 3: کھانا کس چیز سے شروع کریں، جو کہ ساٹھ بیماریوں سے شفا ہے؟

سوال نمبر 4: عمامہ باندھتے وقت کیا پڑھنا چاہیے؟

سوال نمبر 5: لباس میں سادگی کس چیز کی علامت ہے؟

پیارے بچو!

اللہ کا کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمیں انسان بنایا اور بولنا سکھایا۔

اللہ تعالیٰ نے سورۂ رحمٰن میں جن نعمتوں کا ذکر کیا ہے، اُن میں ایک نعمت بولنے کی بھی ہے۔

پیارے بچو! آپ نے بعض لوگوں کو دیکھا ہو گا، جو بول نہیں سکتے۔

اُن کو اپنے دِل کی بات بتانے میں کتنی پریشانی اور مشکل ہوتی ہے،

لہٰذا ہمیں اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ وہ کس طرح۔۔۔؟؟؟

1 جب بھی بولیں، سوچ کر بولیں۔

2 بات درمیانی آواز میں کریں۔ نہ بہت آہستہ ہو کہ سنے ہی نہیں اور نہ بہت زور سے ہو۔

3 جس سے بھی بات کریں، اس کی طرف متوجہ ہو کر کریں۔

4 صاف صاف بات کریں کہ لفظ بالکل واضح سمجھ آئیں۔

5 نرمی سے بات کریں۔

6 ضرورت سے زیادہ لمبی بات نہ کریں۔

7 کسی کو بُرا بھلا نہ کہیں، نہ ایسی بات، جس سے کسی کا دِل دُکھے۔

اُمید ہے کہ پیارے بچے اِن باتوں پر عمل کرتے ہوں گے اور اگر کسی بات پر عمل نہیں کر رہے تو اب ضرور کریں گے۔

تو پیارے بچے کرتے ہیں ناوعدہ!!!

## جون کے سوالات کے جوابات

سوال نمبر 1: حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دورِ خلافت میں

سوال نمبر 2: اپنا آپ دیکھنا بڑا تکلیف دہ عمل ہوتا ہے۔

سوال نمبر 3: آبنائے باسفورس کی ایک پتلی سی شاخ جو سینگ کی شکل میں مشرق کی طرف جاتی ہے۔

سوال نمبر 4: سچ بول کے دُنیاوی نقصان اُٹھانے پر۔

سوال نمبر 5: کانچ کی۔

نوٹ: آپ کا بنایا ہوا پیارا سا فن پارہ ہو یا سوالات کے جوابات ہوں اس کے ساتھ اپنا نام، عمر، کلاس، ایڈریس اور فون نمبر ضرور لکھیے گا، ورنہ وہ قابلِ اشاعت نہیں ہوگا۔ اور پھر اسے ماہنامہ فہمِ دین کے ایڈریس پر پوسٹ کر دیں، یا پھر واٹس اپ کے ذریعے 0304-0125750 پر ہمیں سینڈ کر دیں۔

## جون کے سوالات کا درست جواب دے کر انعام جیتنے والے تین خوش نصیبوں کے نام

1... سعیدہ رشید، 5 سال، کراچی

2... محمد قاسم، 8 سال، کراچی

3... طاہرہ محمود، 8 سال، کراچی

ان میں سے ہر ایک کو 300 روپے نقد اور ماہنامہ فہمِ دین مبارک ہو۔

نوٹ: پیارے بچو! اس صفحے پر جو سوالات آپ سے پوچھے جاتے ہیں، ان کے جوابات ایک شمارہ چھوڑ کر اگلے شمارے میں ذکر کیے جائیں گے، تاکہ زیادہ سے زیادہ بچوں کے جوابات وصول ہو سکیں، پھر درست جواب دینے والوں کے نام بھی بتائیں گے اور اوّل، دوم، سوم کے لیے انعامات کا بھی۔

# بچوں کے فن پارے

ابراہیم داؤد، عمر 8 سال، کراچی

کنزہ فاطمہ ہاشم، 11 سال، میرپور بٹھورو

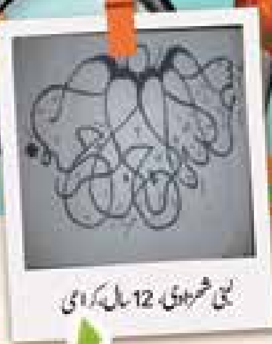

لبنیٰ شہزادی، 12 سال، کراچی

عبدالرحمان بن عامر، 8 سال، کراچی

ام کلثوم شمشیر، 11 سال، ایبٹ آباد

ماریہ ثاقب، 9 سال، ایبٹ آباد، ستمبر 2018

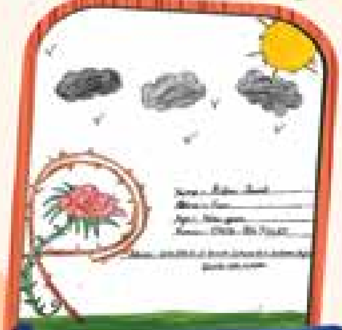

رمیشہ بنت عمر، 9 سال، رحیم یار خان

حسنین مہوش، 11 سال، گلشن اسلام، کراچی

عائشہ بنت ثاقب، 12 سال، کراچی

محمد طاہر کے بچے، 5 سال، گلشن اسلام، کراچی

# دانش کی کہانی

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک دیہات میں ایک شخص رہتا تھا' جس کا نام دانش تھا۔ دانش کے دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ وہ اپنی با مقصد زندگی بنائے۔ ایک دن اسی خیال سے وہ ایک بزرگ کے پاس گیا اور بزرگ سے درخواست کی کہ وہ اپنی باقی زندگی دین داری والی اور نیکی کی راہ میں گزارنا چاہتا ہے۔ بزرگ نے دانش سے کہا کہ وہ درخت سے ایک ٹہنی توڑے اور اس کو زمین میں گاڑ دے اور دن رات عبادت کرتا رہے' جب وہ ٹہنی سبز ہو جائے گی تو سمجھنا تمہارے گناہ ختم ہو گئے۔ دانش نے ایسا ہی کیا اور درخت سے ایک ٹہنی توڑ کر اپنے دیہات کی زمین میں گاڑ دی اور دن رات عبادت کرنے لگا۔ اس طرح جب بہت دن ہو گئے تو وہاں ایک اور آدمی آیا' جس کا نام دانیال تھا۔ دانیال نے دانش کو اس حالت میں دیکھا تو اس سے پوچھا: ''وہ کیا کر رہا ہے؟'' دانش نے دانیال کو وہ ساری بات بتا دی جو بزرگ نے کہی تھی۔ دانیال نے بھی درخت سے ٹہنی توڑ کر اسے زمین میں لگا کر دانش کی طرح عبادت میں دلچسپی لے لی۔ ان دونوں کو عبادت کرتے ہوئے کافی دن ہو گئے' مگر ان دونوں میں سے کسی کی ٹہنی سبز نہ ہوئی۔ ایک دن یہ دونوں عبادت میں مصروف تھے کہ ان کو ایک بچے کی دور سے رونے کی آواز سنائی دی۔ دونوں نے اس طرف کوئی توجہ نہ دی اور اپنی عبادت میں مصروف رہے۔ جب آواز تیز ہو گئی تو دونوں نے دیکھا کہ ایک بچہ پیاس سے بلک رہا تھا۔ شاید وہ جنگل میں کھو گیا تھا۔ دانش کو بچے پر ترس آ گیا اور اس نے بچے کو پانی پلانے کا فیصلہ کیا۔ جب وہ ندی کی طرف جانے لگا تو دانیال نے اسے روک لیا اور اس سے کہا: ''اس سے ہماری عبادت میں خلل پڑے گا۔'' لیکن دانش نے دانیال کی ایک نہ سنی اور وہ بچے کو اٹھا کر ندی کے کنارے لے گیا اور اسے پانی پلایا۔ دانش جب بچے کو پانی پلا کر واپس آیا تو دیکھا کہ اس کی ٹہنی سبز ہو گئی ہے' جب کہ دانیال کی ٹہنی سوکھی ہوئی تھی۔ دونوں دوبارہ بزرگ کے پاس گئے اور انھیں سارا قصہ سنایا تو بزرگ نے کہا: ''صرف خدا کا نام ہی لینے کو عبادت نہیں کہتے' بلکہ اس کے ساتھ ساتھ دل سے کیا ہر نیک کام عبادت ہے' یعنی اگر تم دوسروں کی مدد کرو گے تو وہ بھی تمہاری عبادت ہو گی۔'' یہ بات دونوں کی سمجھ میں آ گئی اور دونوں نے آئندہ عبادت کرنے کے ساتھ ساتھ نیک نیتی اور دل سے دوسروں کی مدد کرنے کا فیصلہ کیا۔

مرسلہ: انعم اقبال' کراچی

# لالچ بری بلا ہے

بہت وقتوں پہلے کی بات ہے۔ کسی ملک میں ایک بادشاہ حکومت کرتا تھا۔ وہ بادشاہ بہت لالچی تھا۔ ایک دفعہ اس کی ایک جادوگر سے ملاقات ہو گئی۔ جادوگر نے کہا: ''بادشاہ سلامت! اپنی کوئی خواہش بتلایئے' تاکہ میں اسے پورا کر کے آپ کو خوش کر سکوں۔'' بادشاہ نے کہا: ''میری خواہش یہ ہے کہ میں جس چیز کو بھی چھوؤں تو وہ سونے کی بن جائے۔'' جادوگر بولا: ''ٹھیک ہے۔'' پھر اس نے ایک منتر پڑھا اور بادشاہ پر پھونک دیا۔ اب بادشاہ جس چیز کو بھی چھوتا' وہ سونے کی بن جاتی۔ بادشاہ نے اپنے محل کی ہر چیز کو چھو کر سونے کی بنا دی۔ کچھ گھنٹوں کے بعد بادشاہ کو بھوک محسوس ہوئی' اس نے ایک پھل لیا اور اسے کھانا چاہا' مگر یہ کیا...؟؟ پھل کو چھوتے ہی وہ سونے کا بن گیا۔ بادشاہ بہت افسردہ ہوا' پھر وہ خود کو تسلی دیتے ہوئے باغ کی طرف آیا۔ اس نے دیکھا کہ اس کی اکلوتی چھوٹی بیٹی باغ میں کھیل رہی تھی۔ تتلیوں کے پیچھے بھاگتی ہوئی اُسے اپنی بیٹی پر بڑا پیار آیا اور وہ اس کے پاس چلا آیا۔ ننھی شہزادی نے جب اپنے باپ کو دیکھا تو اس کی طرف دوڑی چلی آئی۔ باشاہ نے اسے گلے لگانا چاہا' مگر اس سے پہلے کہ وہ اسے گلے سے لگاتا ننھی شہزادی سونے کی ہو گئی اور وہیں رُکی رہ گئی۔ اب بادشاہ کو احساس ہوا کہ لالچ کی وجہ سے اس کا آرام و سکون اور اولاد جیسی نعمت' سب کچھ چھن گیا ہے۔ بادشاہ اس جادوگر کی کھوج میں لگ گیا' مگر کہیں بھی اس کا پتا نہ چلا۔ تھک ہار کر بادشاہ اپنے باغ میں ایک درخت کے نیچے آ کر بیٹھ گیا۔ تبھی اچانک اس کی نظر باغ کے دروازے کی طرف گئی' جہاں پر وہی جادوگر کھڑا تھا۔ بادشاہ تیزی سے جادوگر کی طرف بڑھا۔ بادشاہ نے ساری بات جادوگر کو بتائی اور رونے لگا۔ جادوگر نے اپنا جادو توڑا اور بادشاہ سے کہا: ''اب ساری چیزیں اپنی پہلی والی حالت میں آ جائیں گی۔'' بادشاہ نے خدا کا شکر ادا کیا اور دوڑتا ہوا اپنی بیٹی کو گلے سے لگایا' پھر اسے لے کر محل میں آیا اور خوب سیر ہو کر کھایا' پھر کہنے لگا کہ ''واقعی... کسی نے سچ کہا ہے کہ لالچ بری بلا ہے۔''

مرسلہ: عاتکہ سلیم' کراچی

# سوچتا ہوں کہ اب انسان کو سجدہ کر لوں

(شیطان کا پچھتاوا)

تُو نے جس وقت یہ انسان بنایا یارب
اس گھڑی مجھ کو تُو اِک آنکھ نہ بھایا یارب
اس لیے میں نے سر اپنا نہ جھکایا یارب
لیکن اب پلٹی ہے کچھ ایسی ہی کایا یارب
عقل مندی ہے اس میں کہ میں توبہ کر لوں
سوچتا ہوں کہ اب انسان کو سجدہ کر لوں

ابتدا میں تھی بہت نرم طبیعت اس کی
قلب و جاں پاک تھے، شفاف تھی طِینت اس کی
پھر بتدریج بدلنے لگی خصلت اس کی
اب تو خود مجھ پہ مسلّط ہے شرارت اس کی
اس سے پہلے کہ میں اپنا ہی تماشہ کر لوں
سوچتا ہوں کہ اب انسان کو سجدہ کر لوں

بَھر دیا تو نے بھلا کون سا فتنہ اس میں
پکتا رہتا ہے ہمیشہ کوئی لاوا اس میں
ایک اِک سانس ہے اب صورتِ شعلہ اس میں
آگ موجود تھی کیا مجھ سے زیادہ اس میں
اپنا آتش کدہ ذات ہی ٹھنڈا کر لوں
سوچتا ہوں کہ اب انسان کو سجدہ کر لوں

اب تو یہ خون کے رشتوں سے اکڑ جاتا ہے
باپ سے، بھائی سے، بیٹے سے بھی لڑ جاتا ہے
جب کبھی طیش میں ہتھے سے اُکھڑ جاتا ہے
خود مرے شَر کا توازن بھی بگڑ جاتا ہے
اب تو لازم ہے کہ میں خود کو بھی سیدھا کر لوں
سوچتا ہوں کہ اب انسان کو سجدہ کر لوں

میری نظروں میں تو بس مٹی کا مادھو تھا بشر
میں سمجھتا تھا اسے خود سے بہت ہی کمتر
مجھ پہ پہلے نہ کھلے اس کے سیاسی جوہر
کان میرے بھی کترتا ہے یہ قائد بن کر
شیطنت چھوڑ کے میں بھی یہی دھندا کر لوں
سوچتا ہوں کہ اب انسان کو سجدہ کر لوں

کچھ جھجکتا ہے، نہ ڈرتا ہے، نہ شرماتا ہے
نِت نئی فتنہ گری روز ہی دکھلاتا ہے
اب یہ ظالم میرے بہکاوے میں کب آتا ہے
میں برا سوچتا رہتا ہوں، یہ کر جاتا ہے
کیا ابھی اس کی مریدی کا ارادہ کر لوں؟
سوچتا ہوں کہ اب انسان کو سجدہ کر لوں

اب جگہ کوئی نہیں میرے لیے دھرتی پر
مرے شر سے بھی سوا ہے یہاں انسان کا شر
اب تو لگتا ہے یہی فیصلہ مجھ کو بہتر
اس سے پہلے کے پہنچ جائے واں سوپر پاور
میں کسی اور ہی سیّارہ پر قبضہ کر لوں
سوچتا ہوں کہ اب انسان کو سجدہ کر لوں

ظلم کے دام بچھائے ہیں نرالے اس نے
کر دیے قید اندھیروں میں اُجالے اس نے
نِت نئے پیچ مذاہب میں ہیں ڈالے اس نے
کام جتنے تھے مرے سارے سنبھالے اس نے
اب تو میں خود کو ہر اِک بوجھ سے ہلکا کر لوں
سوچتا ہوں کہ اب انسان کو سجدہ کر لوں

PUE

# PERVAIZ UMAR ENTERPRISE

**Highly Experienced Clearing & Forwarding Agents Advisors and Attorneys in Customs Cases**

We are a leading CLEARING, FORWARDING concern operating in Pakistan. We excel to the entire satisfaction of our long list of clientele who have always reposted their complete confidence on us. Imbued with this sense of achievement, we are proud of our countrywide clientele of repute. We are approved and enlisted Clearing and Forwarding Agents of all Commercial and National Banks in Pakistan.

We have vast experience of handling more than 65% imports of Heavy Plants, Machinery and Turn-Key Projects of "Textile, Sugar, Cement and Power Sectors" besides other industrial raw material and commercial consignments, which have enabled us to adopt and handle all sorts of imports and have become our permanent business associates.

**Head Office, Karachi**

1st Floor, Commerce Centre, Hasrat Mohani Road
TEL: 021-32630724 - 32633641 FAX: 021-32633646
EMAIL: pervaizumar@hotmail.com
headoffice@pervaizumarenterprise.com

**Branch Office, Lahore**

19-G, Gulberg II, Lahore.
Tel: 042-35764929 - 35764933
Fax: 042-35764934

**قتیبہ قاسم کراچی سے لکھتے ہیں :** ہمارے گاؤں کا جلال دین لندن چلا گیا۔ آپ جانتے ہیں کہ لندن جانے کے بعد آدمی کا بھاؤ بڑھ جاتا ہے۔
اس کا جب بھی خط آتا تو لفافے پر لکھا ہوتا : FROM : JALAL DIN G.A
ہم نے سوچا کہ لندن جا کر جلال دین کوئی بڑا افسر بن گیا ہوگا' جو اس کے نام کے ساتھ G.A لکھا ہوتا ہے۔
جس طرح A.G سے آڈیٹر جنرل اور D.C سے ڈپٹی کمشنر بنتا ہے' اسی طرح G.A سے مراد بھی کوئی بڑا عہدہ ہوگا۔
جلال دین چھٹی پر وطن آیا۔ ایک دن چوپال میں بیٹھ کر یار لوگوں کو لندن کے قصے سنا سنا کر مرعوب کر رہا تھا۔
ایسے میں ہم نے پوچھا : ''جلال دین ! خط کے لفافے پر تمہارے نام کے ساتھ G.A لکھا ہوتا ہے' اس کا کیا مطلب ہے ؟''
اب جلال دین ہمارے سوال کا جواب دینے میں ذرا ہچکچاہٹ محسوس کرنے لگا۔ ہمارا تجسّس بھی اصرار میں تبدیل ہوگیا۔
بالآخر جلال دین ہمیں چوپال کے ایک کونے میں لے گیا اور اکیلے میں آہستہ سے بتایا : ''G.A کے معنی ہیں GardenAttendant''
ہم نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا : ''سیدھا کہو نا... کہ وہاں پر تم مالی ہو۔'' اس نے بھی کھسیانی ہنسی ہنستے ہوئے کہا : ''بس یار... ! ایسا ہی سمجھ لو۔''
اسی طرح کچھ لوگ اپنے نام کے ساتھ اپنی ڈگری کا ذکر ضرور کرتے ہیں' خواہ ان کے پاس کوئی ڈگری ہو یا نہ ہو۔
ہمارے محلّے کے ایک صاحب رشید خان' جنھیں ہم اچھی طرح جانتے ہیں' انھوں نے صرف میٹرک پاس کیا ہے اور کالج کا منہ تک نہیں دیکھا۔
ایک دفعہ اچانک انھوں نے اپنا نام رشید خان BA لکھنا شروع کر دیا۔ کوئی 6 ماہ گزرے تو موصوف نے رشید خان MA لکھ دیا۔
ہم نے جب رشید خان سے پوچھا : ''تم نے BA اور MA لکھ دیا کب پاس کر لیا ؟'' تو اس نے رازدارانہ لہجے میں کہا :
''میں نے کبھی بی اے یا ایم اے پاس نہیں کیا۔'' ہم نے پوچھا : ''پھر تم نے اپنے نام کے ساتھ پہلے بی اے اور بعد میں ایم اے کیوں لکھا ہے۔''
اس نے اپنی کہانی کچھ اس طرح بیان کی : آپ جانتے ہیں پچھلے سال میری شریک حیات' قیدِ حیات سے آزاد ہوگئی تھی۔
اس کا مطلب یہ ہے کہ میں پھر سے کنوارہ ہوگیا تو میں نے اپنے نام کے ساتھ BA یعنی Bachelor Again لکھنا شروع کر دیا۔
بس نام کے ساتھ BA لکھنا تھا کہ اپنی نکڑ والی آنٹی کو پتا چل گیا کہ میرا اصل منشا کیا ہے۔ انھوں نے میرے لیے رشتہ تلاش کرنے میں دن رات ایک کر دی۔
کوئی 6 مہینے تک جوتیاں گھسنے کے بعد انھوں نے میرے لیے دلہن تلاش کر لی۔ ویسے بھی وہ اس کام میں خاصی ماہر ہیں۔
بہر حال اب میں کنوارہ نہیں رہا' بلکہ شادی شدہ ہوگیا۔ تو میں نے لکھ دیا رشید خان MA یعنی MarriedAgain''
ہم سمجھ گئے کہ رشید خان نے کون سی ڈگری کیسے حاصل کی۔ (دریچہ ظرافت' محمد ایوب صابر' صفحہ : 95-96)

**سعد خان سوات سے لکھتے ہیں :** شیخ سعدیؒ اپنے دورِ جوانی میں ایک دفعہ سفر پر جا رہے تھے۔
راستے میں ایک قافلے والوں نے انھیں پکڑ کر زبردستی اپنا غلام بنا لیا۔ قافلے نے ایک مقام پر پڑاؤ ڈالا۔
وہاں سے گذرنے والے ایک بزرگ نے دیکھا کہ یہ غلام انتہائی عقل مند ہے۔ انھوں نے قافلے والوں کو 50 درہم دے کر شیخ سعدیؒ کو آزادی دلادی
اور بعد میں اپنی بیٹی سے ان کا نکاح کر دیا۔ نکاح کے موقع پر شیخ سعدیؒ کے سسر نے انھیں 100 درہم اور ایک انگوٹھی دی۔
شادی کے کئی سالوں بعد شیخ سعدیؒ اور ان کی بیوی کے درمیان کسی بات پر جھگڑا ہوگیا۔
بیوی نے طعنہ دیتے ہوئے کہا : ''تمہاری حیثیت کیا تھی... ؟ تم ایک غلام تھے۔ میرے باپ نے 50 درہم کے عوض تمہیں آزاد کرایا تھا۔''
شیخ سعدیؒ نے کہا : ''یہ سچ ہے کہ تمہارے والد نے مجھے 50 درہم کے عوض آزاد کرایا تھا' لیکن 100 درہم اور ایک انگوٹھی کے عوض... دوبارہ غلام بنا لیا تھا۔''

# گلدستہ

## حمدِ باری تعالیٰ

اُس کی مِدحت کو قلم تحریر کر سکتا نہیں
حرفِ موج نور کو زنجیر کرسکتا نہیں
ذہن و دل کا مرکز و مَحور نہ ہو جب تک وہ ذات
کوئی اپنی بات کی تعمیر کرسکتا نہیں
لَا سے اِلَّا اللہ تک گر لو نہ دے اس کا جمال
منزلوں کا فیصلہ راہ گیر کر سکتا نہیں
عشق نے روشن کیے ہیں آگہی کے چراغ
کوئی جھونکا ان کو بے تنویر کر سکتا نہیں
پَل میں سو موسم بدل دیتی ہے اس کی اِک نظر
کب وہ کس کو صاحبِ تقدیر کرسکتا نہیں
ہر عمل منسوب ہو، جس کا خدا کے نام سے
کوئی اُس انسان کو تسخیر کر سکتا نہیں
معرفتِ اسمِ محمدؐ کی نہ ہو جب تک امیدؔ
آدمی قرآن کی تفسیر کر سکتا نہیں

امیدؔ فاضلی

## نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

تقاضا ہے یہ دانش کا دیانت سے اگر لکھیں
ہر اِک اچھائی کو ہم اسوۂ خیر البشر لکھیں
فلک پر کہکشاں لکھیں، ستارہ عرش پر لکھیں
زمین پر اُن کے نقشِ پا چراغِ رہ گذر لکھیں
دمِ تحریر لفظوں کا تقدّس بھی رہے قائم
ہم اُنؐ کی شان میں جو حرف لکھیں، معتبر لکھیں
بصارت کا یہ منصب ہے، بصیرت کا تقاضا ہے
دیارِ گنبدِ خِضرا کو فردوسِ نظر لکھیں
بیادِ سرورِؐ عالم جو پلکوں پر ٹھہر جائے
اس اِک اشکِ محبت کو متاعِ چشمِ تر لکھیں
نبیؐ کی ذات ہر عنوان سے رحمت ہی رحمت ہے
کرم لکھیں، عطا لکھیں، دُعا لکھیں، اثر لکھیں
محبت مصطفیٰؐ سے خوب ہے اعجازؔ اپنی بھی
عمل تھوڑا سہی، مگر قصیدے عمر بھر لکھیں

اعجازؔ رحمانی

## اشیا سازی یا انسانیت سازی

یہ سمجھنا غلط ہے کہ اسلام عورت کو عضوِ معطل بنا کر اسے گھر میں بٹھا دیتا ہے۔ہاں! یہ کہنا بجا ہے کہ عورت کا دفتر، اس کا کارخانہ، اس کی فیکٹری اور اس کا گھر...قرار پائی اور "اشیا سازی" کے بجائے "انسانیت سازی" کی عظیم الشان خدمت اس کے سپرد کی گئی، جو سب سے بلند و بالا خدمت ہے اور جس پر عورت دنیا میں بھی تحسین کی مستحق ہے اور آخرت میں بھی۔جب تک عورت اپنے اس "خاص کارخانے" میں ملازم اور اپنے اس "دفترِ خاص" میں مصروف عمل رہی۔تاریخ شاہد ہے کہ اس نے بڑے بڑے انسان تیار کیے، جن پر انسانیت کو بجا طور پر ناز اور فخر ہے۔امام ابو حنیفہ، امام غزالی، شاہ عبد القادر، سلطان الاولیا شاہ نظام الدین، مجدّد الف ثانی، شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی رحمہم اللہ، جیسے لاکھوں سُپوت کن ماؤں کی گود میں پروان چڑھے؟ یہ وہ مقدّس اور پاک باز مائیں تھیں، جنھوں نے کبھی اپنے گھر کے صحن سے باہر قدم نہیں رکھا، بلکہ اپنے گھر میں بیٹھ کر "انسانیت گری" کا کارنامہ انجام دیا۔کیا ان کے اس عظیم کارنامے کو کوئی شخص نظرِ حقارت سے دیکھنے کی جرأت کر سکتا ہے؟؟ نہیں!! بلکہ ان کا یہ کارنامہ انسانیت کے ماتھے کا جھومر ہے۔رہتی دنیا تک تاریخ ان کے اس کارنامے کو یاد رکھے گی۔یہ وہ پاک باز مائیں ہیں، جن کی عظمت کے آگے جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے زہد و عبادت، افلاطون کی حکمت و دانائی اور رُستم کی شجاعت و بہادری کا سر خم ہے، لیکن افسوس کہ جب سے تہذیبِ مغرب نے "انسانیت کی ماں" کو انسان سازی کے کارخانے سے استعفیٰ دلا کر چند ٹکوں کے لالچ میں اسے دفتروں میں کلرک بنا دیا، تب سے انسان گری کا کارخانہ ویران ہو گیا اور بڑے انسانوں کی پیداوار بند ہو گئی۔

نسلِ جدید کا بغور مطالعہ کرو، جو چشمِ بدّور، مہذّب اور تعلیم یافتہ خواتین کی گود میں پروان چڑھی ہے۔کیا ان میں کوئی قدآور شخصیت نظر آتی ہے؟؟ یہ وہ بدترین ظلم "جو آزادیٔ نسواں" کے خوش نما عنوان سے جدید عورت پر ڈھایا گیا کہ انسانیت کی اَتالیقی کا کام چھین کر اسے دفتروں میں جوت دیا گیا اور بھولی بھالی عورت کو باور کرایا گیا کہ اسے اس کے حقوق دلائے جا رہے ہیں۔

(کھری کھری باتیں، حضرت مولانا یوسف لدھیانویؒ، ص: 126-127)

# شہد کھایے، مگر چھتّا نہ توڑیے

کسی بھی چیز میں نرمی ‘اس میں زینت بخشتی ہے ‘اس کی شان میں اضافہ کرتی ہے۔ تقریر میں نرمی ‘بول میں میٹھاپن ‘ملاقات کے وقت اچھی بات...یہ سب عمدہ اوصاف ہیں ‘جو اہلِ سعادت کو ہی ملتے ہیں اور یہی مومن کی صفات ہیں۔ جیسے شہد کی مکھی پاک چیز کھاتی ہے ‘پاک چیز ہی بناتی ہے اور جب وہ کسی پھول پر بیٹھتی ہے تو اسے توڑتی نہیں ‘کیوں کہ اللہ تعالیٰ نرمی پر وہ کچھ عطا فرماتے ہیں ‘جو سختی پر عطا نہیں فرماتے۔ کچھ لوگوں کے آنے پر گردنیں جھک جاتی ہیں ‘آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں ‘دل زندہ ہو جاتے ہیں ‘روحوں کو سکون ملتا ہے ‘کیوں کہ ان کی باتیں بڑی اچھی ہوتی ہیں ‘ان کا لین دین بڑا عمدہ ہوتا ہے ‘ان کی خرید و فروخت بڑی مزے دار ہوتی ہے ‘ان کی ملاقات بڑی لطف اندوز ہوتی ہے۔

دوست بنانا بھی ایک بڑا فن ہے ‘ جسے نیک لوگ اختیار کرتے ہیں ‘ وہ ہمیشہ لوگوں کی مصیبتوں سے محفوظ رہتے ہیں ‘اگر وہ موجود ہوں تو خوش خبریاں اور غائب ہوں تو ان کے لیے سوال و دعا۔

ان خوش بخت لوگوں کا ایک دستورِ اخلاق ہے ‘جس کا عنوان اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ (اور برائی کو بہتر (طریقے) سے دور کیا کرو ‘سو نتیجتاً وہ شخص کہ تمہارے اور جس کے درمیان دشمنی تھی ‘گویا وہ گرم جوش دوست ہو جائے گا) وہ لوگ کینہ و بغض کا جواب حیرت انگیز نرمی سے ‘ باکمال برداشت سے ‘حیران کن معافی سے دیتے ہیں ‘برے سلوک کو بھول جاتے ہیں ‘احسان کو یاد رکھتے ہیں ‘ ناپسند جملوں پر کان بھی نہیں دھرتے ‘بلکہ دور بھاگتے ہیں ‘ پھر وہاں واپس بھی نہیں آتے ‘ وہ لوگ ہی سکون میں رہتے ہیں ‘عوام ان سے راحت میں ہوتی ہے۔ حدیث میں ہے کہ ”مسلمان وہ ہے ‘جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں اور مومن وہ ہے ‘جس سے لوگوں کے خون اور ان کے مال محفوظ ہوں۔“ دوسری حدیث میں ہے کہ ”اللہ نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ ”جو مجھ سے توڑے ‘میں اس سے جوڑوں اور جو مجھ پر ظلم کرے ‘میں اسے معاف کروں اور جو مجھے محروم کرے ‘میں اسے عطا کروں۔“

وَالْكَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ (اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ لوگ وہ ہیں ‘جو غصہ پی جاتے ہیں اور لوگوں سے درگزر کرتے ہیں) ان لوگوں کو فوری طور پر ملنے والے بدلے یعنی اطمینان ‘سکون اور راحت کی خوش خبری سنادو۔

(کام یابی کے سنہرے اُصول ‘ص: 109-110)

# حقوقِ نفس کی ادائیگی ضروری ہے

ہمیشہ یاد رکھیے ! ! کہ ایک تو ہیں دنیا کے مقاصدِ ضروریہ ‘ جن کے بغیر انسانی زندگی کا بقا ممکن نہیں اور جنہیں حاصل کرنا انسان کی فطرت میں داخل ہے ‘مثلاً : بقدرِ ضرورت کھانا پینا اور حصولِ معاش کی کوشش...ایسی چیزوں کو ”حقوقِ نفس“ کہا جاتا ہے اور شریعت نے انسان کے ذمے ضروری قرار دیا ہے کہ ”نفس“ کے ”حقوق“ کو ادا کیا جائے اور انہی حقوق کو ترک کرنے کا نام ”رہبانیت“ ہے ‘جس کی قرآنِ کریم میں ممانعت فرمائی ہے اور حدیث میں سرکارِ دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ طَلَبُ الْمَعَاشِ فَرِیْضَةٌ بَعْدَ الْفَرِیْضَةِ ترجمہ...طلبِ معاش ! فرائضِ اسلام کے بعد دوسرا فریضہ ہے۔ حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اسی وجہ سے اپنے متوسّلین کو تاکید فرمایا کرتے تھے کہ وہ اپنی صحت کا خاص خیال رکھا کریں ‘کیوں کہ وہ حقوقِ نفس میں سے ہے اور اگر صحت خراب ہو جائے تو آدمی کچھ نہیں کر سکتا۔

(مجالسِ مفتیٔ اعظمؒ ‘مفتی عبدالرّؤف سکھرویؒ ‘ص: 441-442)

# آپ کے اشعار

ہم اُلٹ دیتے ہیں صدیوں کے نِقاب
ہم زمانوں کی خبر رکھتے ہیں!
ساغرؔ صدیقی

جیتے جی تو کچھ نہ دکھلایا مگر
مر کے جوہرؔ آپ کے جوہر کُھلے!
محمد علی جوہرؔ

جہاں سے اٹھ گئے جو لوگ پھر نہیں ملتے
کہاں سے ڈھونڈ کے اب لائیں ہم نشیوں کو؟
میر انیسؔ

یُوں میری بغاوت کی سزا دو مجھے آخر
میں بُھول گیا‘ تم بھی بھلا دو مجھے آخر!
رئیسؔ امروہی

آنکھ اُس کی پھر گئی تھی‘ دل اپنا بھی پھر گیا تھا
یہ اور اِنقلاب ہوا انقلاب میں!
مومن خاں مومنؔ

دیکھوں ہجومِ غم میں وہ لے کس طرح خبر
یہ اس کا اِمتحاں ہے‘ مرا امتحاں نہیں!
اصغر گونڈوی

بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ کی دینی تعلیمی
اور رفاہی خدمات کی جائزہ رپورٹ

# اخبار السلام

ستمبر 2018ء محرم الحرام 1440ھ

## بیت السلام قرآنی مکاتب: مثالی تعلیم وتربیت اور رفاہی خدمات انجام دینے والے مکاتب قرآنیہ ترقی کی راہ میں ایک قدم اور آگے

**بیت السلام مکاتب قرآنیہ کا نظم زیادہ بہتر اور موثر بنانے کے لیے اپیلی کیشن تیار کی جارہی ہے یہ اپیلی کیشن پلے اسٹور سے ڈاؤن لوڈ کی جاسکے گی**

**اساتذہ اور نگران حضرات آئی ڈی اور پاس ورڈ کے ذریعے اس تک رسائی حاصل کرسکیں گے، ہر مرکز کی لوکیشن اس کے معیاری فارم کے ساتھ منسلک رہے گی**

**داخلے، امتحانی نظم کے ساتھ ساتھ ہر بچے کا نام، مقدار خواندگی، کارکردگی اور دیگر تمام ضروری تفصیلات درج ہوگی**

**ملک کے طول وعرض میں 355 قرآنی مراکز میں 13 ہزار سے زیادہ حفظ وناظرہ کے طلبہ کے مکمل تعلیمی کوائف ایک کلک سے معلوم کیے جاسکیں گے**

**ہر مکتب ایک مستقل ادارہ ہے، جو بچوں کی مثالی تعلیم وتربیت کے ساتھ ساتھ مقامی مستحقین تک رمضان اور عید الفطر پر لباس وراشن جب کہ بقرعید پر گوشت بھی پہنچاتے ہیں**

کراچی (پ ر) بیت السلام اپنے مکاتب قرآنیہ کے نظام کو مزید بہتر 'اور موثر بنانے کے لیے ایک اپیلی کیشن تیار کروا رہا ہے' یہ اپیلی کیشن پلے اسٹور سے ڈاؤن لوڈ کی جا سکے گی 'نگران حضرات اور اساتذہ آئی ڈی اور پاس ورڈ کے ذریعے اس تک رسائی حاصل کر سکیں گے' ہر علاقے کے مرکز کی لوکیشن ایک معیاری فارم کے ساتھ ڈالی جائے گی 'نگران حضرات کے دورے میں یہ لوکیشن ان کی رہ نمائی بھی کرے گی 'اس فارم میں داخلوں کی تفصیلات' بچوں کی تعداد' مقدار خواندگی' امتحانی نتائج اور دیگر تفصیلات درج ہوں گی۔ اساتذہ ونگران حضرات جس مقام پر خدمات انجام دیں گے 'اس کی لوکیشن بھی دیکھی جاسکے گی۔ مکاتب قرآنیہ کی انتظامیہ کے مطابق اس اپیلی کیشن کے ذریعے مکاتب قرآنیہ کا نظام' دور دراز اور پسماندہ علاقوں میں ہونے کے باوجود زیادہ فعال' بہتر اور موثر ہو سکے گا' یاد رہے ملک کے طول وعرض میں 355 مراکز قرآنی قائم ہیں' جو ابتدائی دینی اور بنیادی عصری علوم کی مفت تعلیم دینے کے ساتھ اہل علاقہ کے مستحق افراد کی دیکھ بھال بھی انجام دیتے ہیں' رمضان وعید کے موقع پر لباس اور راشن' جب کہ بقر عید کے موقع پر قربانی کا گوشت پہنچایا جاتا ہے۔

---

## بیت السلام فوڈ بنک ہر ماہ تقریباً 10 ہزار مستحقین تک پکا پکایا کھانا پہنچاتا ہے

**کراچی، لاہور، اسلام آباد، فیصل آباد اور تلہ گنگ میں فوڈ بنک کے رضا کار مسافروں، مزدوروں اور اسپتالوں میں بیماروں کے متعلقین تک کھانا پہنچاتے ہیں**

کراچی (پ ر) فوڈ بنک کی شکل میں بیت السلام دستر خوان غریب اور مستحق افراد تک کھانا پہنچانے کا مشن حسب معمول جاری رکھے ہوئے ہے' ہر ماہ تقریباً 10 ہزار مستحق افراد تک فوڈ بنک کے رضا کار پکا پکایا لذیذ کھانا پہنچاتے ہیں' کراچی کے علاوہ' لاہور اسلام آباد' تلہ گنگ' فیصل آباد میں بھی یہ مشن جاری ہے' جہاں مسافروں' مزدوروں اور اسپتالوں میں دور دراز سے آئے بیماروں کے متعلقین تک کھانا پہنچایا جاتا ہے۔

---

## مویشی منڈی میں مزدور طبقے تک کھانا پہنچائیں گے، ترجمان فوڈ بنک

**مزدوری کی تلاش میں آئے ملک بھر سے آئے غریب طبقے کو دو وقت کا کھانا آمدن سے زیادہ مہنگا پڑتا ہے**

کراچی (نمائندہ خصوصی) بیت السلام فوڈ بنک کے ترجمان کے مطابق مویشی منڈی میں ملک بھر سے مزدوری کی تلاش میں آئے غریب طبقے کو بعض اوقات ذاتی اخراجات آمدن سے زیادہ پڑ جاتے ہیں' جب کہ ان کے اہل خانہ واپسی میں ان سے بہتر حالات کی امید لگائے بیٹھے ہوتے ہیں' اس لیے ایک باقاعدہ سروے میں یہ بات محسوس کرنے کے بعد گزشتہ سال بھی پکا پکایا کھانا اور پینے کا پانی پہنچایا گیا تھا' ان شاء اللہ اس سال بھی یہ مشن جاری رکھا جائے گا۔

J.
FRAGRANCES
GRACE
POUR FEMME
A sensational blend of elegance
and enchantment
GRACE
App Store
Google Play
Shop online at www.junaidjamshed.com
J.Fragrances.Cosmetics
J. Fragrances & Cosmetics
J_Frag_Cos
J.JunaidJamshed

Brighto

Inspired by Nature

Brighto AllColor

Décor assumes a different meaning with Brighto Special Coatings. They give your living space a prestigious decorative finish by creating a world of beauty, luxury and sophistication.

brighto.paints | Toll Free 08000-1973 | BrightoPaintsPK | www.brightopaints.com

Brighto PAINTS